نمبر ۱۲ | یکم محرم سنہ ۱۳۲۱ھ مطابق ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء بروز سہ شنبہ | جلد ۷

کلمات طیبات حضرت اقدس امام آخرالزمان مسیح زمن

گذشتہ اشاعت سے آگے

اب اس قسم کی قسم پر اعتراض کرنا بجز ناپاک فطرت یا بلید الطبع انسان کے دوسرے کا کام نہیں کیونکہ اس میں تو عظیم الشان صداقت موجود ہے صحیفہ فطرت کی عام شہادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کلام الٰہی اور نزول وحی کی حقیقت بتائی جاتی ہے۔ سماء کے معنی بادل کے بھی ہیں جس سے مینہ برستا ہے۔ آسمان اور زمین میں ایسے تعلقات ہیں جیسے نر و مادہ میں ہوتے ہیں۔ زمین میں بھی کنوئیں ہوتے ہیں لیکن زمین پھر بھی آسمانی پانی کی محتاج رہتی ہے جبتک آسمان سے بارش نہ ہو زمین مردہ سمجھی جاتی ہے اور اسکی زندگی اس پانی پر منحصر ہے جو آسمان سے آتا ہے اسی واسطے فرمایا ہے اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب آسمان سے پانی برسنے میں دیر ہو اور امساک باراں ہو تو کنوؤں کا پانی بھی خشک ہونے لگتا ہے۔ اور ان ایام میں دیکھا گیا ہے کہ پانی اترتا جاتا ہے لیکن جب برسات کے دن ہوں اور مینہ برسنے شروع ہوں تو کنوؤں کا پانی بھی جوش مار کر چڑھتا ہے کیونکہ اوپر کے پانی میں قوت جاذبہ ہوتی ہے اب بتلاؤ کہ اگر آسمانی پانی نازل ہونا چھوڑ دے تو سب کنوئیں خشک ہو جائیں اسی طرح پر ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نور قلب ہر ایک انسان کو دیا ہے اور اسکے دماغ میں عقل رکھی ہے جس سے وہ برے بھلے میں تمیز کرنے کے قابل ہوتا ہے لیکن اگر نبوۃ کا نور آسمان سے نازل نہ ہو۔ اور یہ سلسلہ بند ہو جاوے تو دماغی عقلوں کا سلسلہ جاتا رہے اور نور قلب پر تاریکی پیدا ہو جاوے اور وہ بالکل کام دینے کے قابل نہ رہے۔ کیونکہ یہ سلسلہ اسی نور نبوۃ سے روشنی پاتا ہے جیسے بارش ہونے سے زمین کی روئیدگی نکلنی شروع ہو جاتی ہے اور پھر تخم پیدا ہونے لگتا ہے اسی طرح پر نور نبوۃ کے نزول پر دماغی اور ذہنی عقلوں میں ایک صفائی اور نور فراست میں ایک روشنی پیدا ہوتی ہے اگرچہ یہ علی قدر مراتب ہوتی ہے اور استعداد کے موافق ہر شخص فائدہ اٹھاتا ہے خواہ وہ اس امر کو محسوس کرے یا نہ کرے لیکن سب کچھ ہوتا اسی نور نبوۃ کے طفیل ہے۔ غرض اس قسم میں نزول وحی کی ضرورۃ کو ایک عام مشاہدہ کے رو سے ثابت کیا ہے کہ جیسے آسمانی پانی کے نہ برسنے کی وجہ سے زمین مر جاتی اور کنوؤں کا پانی خشک ہونے لگتا ہے یہی قانون نزول وحی کے متعلق ہے رجع پانی کو کہتے ہیں حالانکہ پانی زمین پر بھی ہوتا ہے لیکن آسمان کو ذات الرجع کہا ہے۔ ہمیں یہ فلسفہ بتایا ہے کہ اصلی آسمانی پانی ہی ہے چنانچہ کہا ہے۔ ؎

باراں کہ در لطافت طبعش دریغ نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

جو کیفیت بارش کے وقت ہوتی ہے وہی نزول وحی کے وقت۔ دو قسم کی طبیعتیں موجود ہوتی ہیں ایک تو مستعد ہوتی ہیں اور دوسری بلید۔ مستعد طبیعت والے فوراً سمجھ لیتے ہیں اور صادق کا ساتھ دیتے ہیں لیکن بلید الطبع نہیں سمجھ سکتے اور وہ مخالفت پر آمادہ ہو کر ہوتے ہیں دیکھو مکہ معظمہ میں جب وحی کا نزول ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خدا تعالیٰ کا کلام اترنے لگا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ابوجہل ایک ہی سرزمین کے دو شخص تھے ابوبکر رضہ نے تو کوئی نشان بھی نہ مانگا اور مجرد دعویٰ سنتے ہی آمنا کہکر ساتھ ہو لیا۔ مگر ابوجہل نے نشان پر نشان دیکھے مگر تکذیب سے باز نہ آیا اور آخر خدا تعالیٰ کے قہر کے نیچے آکر ذلت کے ساتھ ہلاک ہوا۔ غرض خدا کی وحی ہر قسم کی طبیعتوں کو ابھار دیتی ہے طیب اور خبیث میں امتیاز کر کے دکھا دیتی ہے وہ بہار کا موسم ہوتا ہے اس وقت ممکن نہیں

کی ہتک کی گئی تو وہ ایسے وقت میں اپنے خاص رحمت اپنے رحمت کا دروازہ کھولتا ہے اور اپنی خلقت کو ایک ایسے شخص کے سپرد کرتا ہے جو انکو خدا کے عذاب سے بچانے کو واسطے کوشش کرتا اور انکا بڑا خیر خواہ ہے مگر جب دنیا اُنکی پروا نہیں کرتی اور بجائے اسکے کہ اُس سے محبت کریں اُسکو ستایا جاتا اور دُکھ دیا جاتا ہے تو خدا بھی اپنے غضب سے دنیا میں اپنا عذاب نازل کرتا ہے۔

جو نافرمانوں کو آگ کی طرح بھسم کرتا ہے اور خدا کی سلطنت کا رعب قائم کرتا اور صادق کی نصرت اور اُسکے ہمراہیوں کو بطور نمونہ اُس سے بچاتا ہے بس اب یہ وقت ہے توبہ کرو - اگر عذاب آگیا تو پھر توبہ کا دروازہ بھی بند ہوگیا۔

تو یہ بھی بہت کچھ ہے۔ دیکھو جب کوئی بادشاہ۔ کسی امر کے متعلق سمجھا دے کہ تم اس سے رک جاؤ تمھارا بھلا ہوگا۔ تو اگر وہ شخص رک جاوے تو بہتر ورنہ پھر اُسکا غذاب کیسا سخت ہوتا ہے۔ اسطرح پہلے چھوٹے چھوٹے عذابوں سے خدا تعالےٰ لوگوں کو سمجھوتی یاں دیتا ہے کہ باز آجاؤ موقع ہے ورنہ پچھتاؤگے مگر جب یا وہ نہیں سمجھتے اور انکی نافرمانی سے نہیں رُکتے تو پھر اُسکا عذاب ایسا ہوتا ہے

لا یخاف عقبٰہا۔

تم لوگوں نے جو میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اسی پر بھروسہ نہ کر لینا صرف اتنی ہی بات کافی نہیں زبانی اقرار سے کچھ نہیں بنتا جب تک عملی طور سے اُس اقرار کی تصدیق نہ کرکے دکھلائی جاوے۔ یوں زبانی تو بہت سے خوشامدی لوگ بھی اقرار کر لیا کرتے ہیں مگر صادق وہی ہے جو عملی رنگ سے اُس اقرار کا ثبوت دیتا ہے۔ خدا کی نظر انسان کے دل پر پڑتی ہے۔ پس اب سے اقرار سچا کرلو اور دل کو اس اقرار میں زبان کے ساتھ شریک کرلو کہ جب تک قبر میں جاویں ہر قسم کے گناہ سے شرک وغیرہ سے بچیں گے غرض حق اللہ اور حق العباد میں کوئی بھی سُستی نہیں کرینگے اسی طرح سے خدا تمکو ہر طرح کے عذابوں سے بچا دے گا اور تمھاری نصرت ہر میدان میں کرے گا۔

ظلم کو ترک کرو۔ خیانت۔ حق تلفی اپنا شیوہ نہ بناؤ۔ اور سب سے بڑا گناہ جو غفلت ہے اُس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

علماء اسلام - مولوی ثناء اللہ اور مصنف المنصف

امرتسر کے اخبار وکیل کی ۲۶ر مارچ سنہ ۱۹۰۲ء کی اشاعت میں خاکسار مصنف المنصف نے ایک استفسار علماء کرام سے عموماً اور مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی سے خصوصاً کیا تھا اور مجھے اُمید تھی کہ میں بہت جلد اس کے جواب کو پڑھنے کے قابل ہو سکوں گا - مگر میں نہایت افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ اخبار وکیل کی ۲۳ر مارچ کی اشاعت نے مجھے کسی حد تک مایوس کر دیا ہے اس اشاعت میں مولوی ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری (مولوی فاضل) کی طرف سے اسکے جواب میں ایک تحریر شائع ہوئی ہے جو یہی نہیں کہ میرے سوال کا جواب نہیں بلکہ علماء کرام کی توہین کرنے والی بھی ہے اور خصوصاً اراکین ندوۃ العلماء کی۔

اس تحریر سے مولوی ثناء اللہ صاحب نے چند اغراض ملحوظ رکھے ہیں - اوّل تو یہ کہ وہ بھی علماء کرام میں شامل ہوں دوم اپنی ایک کتاب کا اشتہار دیں تیسرے دوسرے علما کی نسبت یہ ظاہر کریں کہ ان کی رائیں ہمیشہ بودی اور کچی ہوتی ہیں اور اس طرح پر انکو بدنام کریں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس تحریر کے ذریعہ اپنے آپکو علماء کرام کے زمرہ میں داخل کرنا چاہا ہے مجھے اس سے کوئی بحث نہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ لہو لگا کر شہیدوں میں ملنا چاہتے ہیں اور میرے استفسار کا کوئی جواب نہیں دیتے - میں نے تو اس استفسار کا جواب مانگا ہے اور نہ یہ کہ آپ سے المنصف پر ریویو لکھواؤں - المنصف پر ریویو ان علماء کرام نے کیا ہے جو مسلمانوں میں واجب العزت سمجھے جاتے ہیں اور آپ نے انکو اپنی اس رائے زنی میں نہایت ہی سبک سر ثابت کیا ہے - میں سمجھتا ہوں کہ اسکی کوئی خاص وجہ ہے اور جیسا کہ میں ابھی ظاہر کروں گا ضرور ہے - آپ کو شاید معلوم نہیں کہ میرے اس رسالہ المنصف کو سیکڑوں علماء کرام اسلام نے میری زبان سے سُنا اور نہایت پسند فرمایا مولانا مولوی عبدالحق صاحب مفسر تفسیر حقانی دہلوی - مولانا مولوی محمود الحسن صاحب اُستاد اول مدرسہ عربیہ اسلامیہ دیوبند اور مولانا مولوی گل محمد صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ مراد آباد ملا علی القیوم صاحب معتمد چندہ حجاز ریلوے رئیس حیدر آباد دکن نے ملاحظہ فرما لیا - اور اپنے دست مبارک سے شہادت تحریر فرمادی ہیں میں نہیں سمجھتا کہ آپ نے کیوں علماء کرام کی ہتک کے لیے یہ ظاہر کیا کہ جن ارکان ندوہ نے میری کتاب پر دستخط کر دیے ہیں افسوس ہے غالباً بغور نہیں دیکھی یا شروع شروع سے دیکھی ہے - مولوی صاحب! مجھے آپ کے اس سوء ظن پر بہت ہی افسوس ہے کیا آپ اراکین ندوہ کی نسبت ایسی رائے رکھتے ہیں کہ وہ بغیر دیکھے یا غور کیے ہوئے اپنی رائے ظاہر کیا کرتے ہیں؟ یا انصاف کو بالائے طاق رکھ کے دیکھو جھوٹی اور خوشامدانہ رائیں بھی ظاہر کر دیا کرتے ہیں اس سے آپ ایسے علماء کرام کو گویا منافق بنانا چاہتے ہیں پھر دوسرے شرعی فتووں میں انکی رائے کا کیا وزن اور اہمیت ہوگی؟ مگر نہیں میں اسکو آپ کا سوء ظن اور انتقام سمجھتا ہوں۔

علماء ندوہ نے امرتسر کے اجلاس پر آپ کی کتاب کے متعلق جو اشتہار شائع کیا تھا اور بھرے جلسہ میں کہ آپ لیکچر پڑھ رہے تھے وہ اشتہار سنا یا گیا اُسوقت جو خفت آپ نے محسوس کی اور لیکچر بھی ناتمام چھوڑا وہ واقعہ مجھے بھولا نہیں بلکہ میرا چشم دید ہے غالباً یہ اسی اشتہار کا بدلا آپ نے اس پیرایہ میں لیا ہے اور ندوہ کے اراکین کو اسطرح پر بدنام کرنا چاہا ہے۔ میں تو قرآن دان نہیں لیکن آپ کو تو مفسر ہونے کا دعویٰ ہے مہربانی کرکے بتائیے کہ یہ حسن ظن ہے یا سوء ظن؟ مسلمان خود آپ ہی اس سوال کا جواب لیں گے اور آپکے اسطرح کی پڑتال کرینگے لیکن مجھے افسوس ہے کہ آپکے مُنہ سے ایسے الفاظ سنتا ہوں۔

وکیل کے پڑھنے والوں کو بھی ضرور افسوس ہوا ہوگا۔ اور پھر تعجب ہے کہ آپ میری کتاب پر بلا پڑھے اور سمجھے من آنم کہ من دانم کے مصداق ہو کر رائے زنی کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آپ نے اس کتاب کو پڑھا ہی نہیں اور یا پڑھا ہے تو سمجھا نہیں اور ناحق بیچارے دید انتیوں پر حملہ کر دیا۔

میں نے اس ساری کتاب میں کہاں دعویٰ کیا کہ میں دیانند سرسوتی کے اعتراضوں کا جواب اسلامی طریق پر دیتا ہوں؟ بلکہ میں نے تو انکے اعتراضوں کا جواب ویدک اصول پر دیا ہے۔ اور وہ بھی ویدانتیوں کے اصول پر

نہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ندوہ والوں کا بھی نام ہی سنا ہے اور معلوم نہیں کہ ان کے کیا عقائد ہیں؟ ورنہ اگر اس مذہب کی حقیقت آپکو معلوم ہوتی تو المنصف کی تحریر کو اس کے ساتھ تشبیہ نہ دیتے۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپکو اپنی کتاب کا اشتہار دینا مقصود تھا۔ اس لیے آپ نے رسالہ **المنصف** کو بے اثر بنانے کے لیے علماء ندوہ کی بھی توہین کردی تاکہ انکی سند سے اسکی وقعت قائم نہ رہے مگر مولوی صاحب اس سے کیا ہوتا ہے آپ نے اگر میاں نندجی کے اعتراضوں کا جواب دیا ہے تو پھر کیا ہے۔ پہر سہولت یہی ہے ان اعتراضوں اور جواب کو جو آیت مذکور پر انھوں نے کیے ہیں اور آپ نے دیے ہیں اخبار میں شائع کرادیتے تو سب کو فائدہ پہنچ جاتا۔ مگر اصل غرض کتاب کی فروخت معلوم ہوتی ہے۔ اور اس طریق پر اشتہار دینا چاہا ہے۔ ورنہ اس کے کیا معنے کہ آپ اس کتاب کو میرے پاس نہیں بھیجتے۔ حالانکہ اسمیں آپ میرے استفسار کا جواب بتاتے ہیں۔

غرض آپ نے میرے استفسار کا جواب دینے کے بجائے بلاوجہ جو علماء کرام کی نندیا پر حملہ کیا ہے اور اراکین ندوہ پر اعتراض کیا ہے اسکی وجہ وہی جلسہ والا انتقام ہے اور میری کتاب پر حملہ کرنا محض اسلیے ہے کہ اسکو بیکار ثابت کرنا چاہیں مگر آپ اپنی نیت کا پھل پائیں گے اور اسمیں کامیاب نہ ہوں گے۔ اور اسلامی دنیا آپ کے اس جواب کے نتائج پر خود غور کرے گی۔ اگر آپ پھر کچھ لکھیں گے تو اور بھی آپکی تسلی کردوں گا۔ میں انصاف کو ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا۔ آپ ہی ان اعتراضوں کا جواب دینے کی کوئی قوت ہے تو پھر شائع کریں۔

خاکسار نند کشور مصنف المنصف

رسید زر متعلق کتاب جیوش انسائیکلوپیڈیا

لغایت ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء

منشی محمد مقبول صاحب بارک ماسٹر جہلم	صہ	شیخ رحمت اللہ صاحب	صہ
جماعت کپورتھلہ	صہ	ابو سعید صاحب عرب	ے
		قاضی محمد اکمل صاحب افسر	۶

نام	رقم
بابو محمد سعید علی صاحب کلرک دفتر ریلوے (بڑا پہاڑ)	۲ر
شیخ نیاز احمد صاحب وزیر آباد	عہ
ڈاکٹر عبداللہ صاحب امرتسر	۱۰
سید عبدالہادی صاحب جیونگ	صہ
بابو غلام حسین صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ	ے
مولوی علی محمد صاحب نکبہ ہاں	۸ر
مولوی اللہ دتا صاحب رہانہ سہو	۸ر
بابو روشن دین صاحب خوشحال گڑھ	۸ر
منشی احمد الدین صاحب گجرانوالہ	۲ر
میرزا صرداب صاحب قادیان	عہ
مستری عبداللہ صاحب بالم پور	۸ر
منشی رستم علی صاحب انبالہ	صہ
مولوی جان محمد صاحب ڈسکہ	صہ
مستری قطب الدین صاحب	عہ
بابو محمد اسحق صاحب سب اوورسیر	عہ
بابو فیروز علی صاحب باری باندا	۸ر
مولوی محمد فضل صاحب چنگوی	ار
میاں معراج الدین صاحب لاہور	عہ
چودھری غلام احمد صاحب گلگت	صہ
منشی گلاب الدین صاحب رہتاس	ار
بابو خیر الدین صاحب خوشحال گڈھ	۸ر
مرزا عباس علی صاحب	ار
منشی محمد زمان صاحب	۴ر
منشی اللہ دتا صاحب قلعہ دیدار سنگھ	۳ر
مولوی غلام قادر صاحب مدرس ملکا	عہ

میزان	عہ ار
آمد لغایت ۲۱ مارچ ۱۹۰۳ء	ماہب عہ ۱۰ر

باقی احباب بہت جلد توجہ فرماویں

محمد علی قادیان ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء

پنڈت نند کشور صاحب قادیان میں

گذشتہ اور پیوستہ ہفتہ قادیان میں عجیب لطف کا ہفتہ تھا پنڈت نند کشور صاحب مصنف المنصف قادیان میں آئے اور انھوں نے بذریعہ اشتہار اطلاع دیکہ ایک آریہ سماج کی ان غلط تعلیموں پر لیکچر دیا جو ساتن دھرم کے خلاف پنڈت دیانند نے نکالی ہیں۔ پنڈت نند کشور صاحب نے پنڈت دیانند کے وید بھاش اور ستیارتھ پرکاش کے حوالوں سے اپنے لیکچر کو مرتب کیا مگر کچھ افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ قادیان آریہ سماج کے لیڈر نے ممبر لیکچر کے دوران میں اپنے جوش کو روک نہ سکے۔ اور بار بار انھوں نے کوشش کی کہ کسیطرح یہ لیکچر نہ ہونے پاوے مگر یہ بلا انکے سر سے نہ ٹلی۔ لیکچر سے پہلے بھی بڑی کوشش کیگئی کہ کسیطرح لیکچر نہ ہونے پاوے چنانچہ پہلے خود سماج کیطرف سے ایک گالیوں سے پر گستاخانہ اشتہار شائع کیا گیا جسمیں پنڈت نند کشور صاحب پر ذاتی حملے تھے اور بیہودگی سے ہند مذہب کو بھکا نا شروع کیا گیا کہ پنڈت در اصل مسلمان ہے اور چھپا ہوا ہے اور ایک فرضی یا موقوف شدہ ساتن سبھا اور معزول یا مستعفی سیکرٹری کیطرف سے بھی نوٹس دلوایا جو خود ہی سماج کی کارروائی تھی کہ پنڈت نند کشور صاحب لیکچر نہ دیں ورنہ خود ذمہ دار ہونگے۔ مگر پنڈت نند کشور صاحب نے ان باتوں کی کچھ پرواہ نہ کی اور بار بار دو لیکچر دیے۔ آریہ سماج کو شاستراتھ کا بھی چیلنج دیا جو لیکچ عذرات پر ٹالا گیا۔ آخر پنڈت نند کشور صاحب ایک مفصل اشتہار شائع کرکے قادیان سے رخصت ہوے۔

منارۃ المسیح

منارۃ المسیح کی تعمیر کا کام جیسا کہ ہم پہلے اطلاع دے چکے ہیں شروع ہو چکا ہے۔ بنیادیں بھری جارہی ہیں۔ اول اول جب منارۃ المسیح کی تعمیر کے متعلق حضرۃ حجۃ اللہ نے اشتہار شائع کیا تھا اُسوقت بعض مخلص احباب نے اس قسم کے خط بھیجے تھے کہ ہم کوئی نقد چندہ منارہ میں دینے کے قابل نہیں لیکن جسوقت منارہ کا کام شروع ہوگا اُسوقت اگر اطلاع دیجاوے تو ہم اس عمارت پر کام کرنیکو بڑی فخر سے آمادہ ہیں۔ ایسے خطوط چونکہ محفوظ نہیں رکھے گئے اسلیے کہ فرداً فرداً اطلاع دینا دشوار تھا لہٰذا بذریعہ اخبار شائع کیا جاتا ہے کہ منارۃ المسیح کا کام شروع ہو گیا ہے جو صاحب اس مبارک عمارت پر کام کرنیکے آرزو مند ہیں وہ آئیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

یاایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ

ایک پنجابی خطبہ کا ماحصل جو ۲۷ مارچ کو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سرِ منبر پڑھا

انبیا علیہم السلام کی بعثت کی غرض اور ان کے آنے کی بہت بڑی ضرورت یہی ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے یاایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ایمان والو! سارے کے سارے ملکر اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

انسان جو کہ فطرتاً مدنی الطبع بنایا گیا ہے جب تک وہ اسلام میں داخل نہیں ہوتا کوئی راحت اور آسائش حاصل نہیں کر سکتا جو اسکی فطرت چاہتی ہے + کیونکہ اسلام سچی آشتیوں اور پاک تعلیموں اور ان کے مفید اور پاک نتائج کا نام ہے

تمدنی ضرورتوں میں سے یہ ضرورت بہت بڑی ضرورت ہے کہ انسان باہم ملکر رہیں اور کوئی کسی دوسرے پر ظلم و زبردستی نہ کرسکے اور باہم اتلاف حقوق نہ ہو۔ بلکہ باہم محبت اور الفت سے رہیں اور اللہ تعالےٰ کی عبادت کریں جو انسان کی پیدایش کی علت غائی ہے لیکن یہ بھی اللہ تعالےٰ کی کوئی حکمت ہے کہ اکثر انسانوں میں جھگڑے اور بکھیڑے قائم ہو جاتے ہیں اور اس میں فرق آجاتا ہے۔

ایسی حالت میں جبکہ دنیا کی حالت خراب ہوتی ہے اللہ تعالےٰ ایک شخص کو بھیجتا ہے جو بچھڑوں ہوؤں کو باہم ملا دیتا ہے اور خونخوار لوگوں میں صلح کرا دیتا ہے۔ اسکا سب سے بڑا نمونہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں دکھایا گیا ہے جب آپ نے ظہور فرمایا اسوقت عربوں میں بڑی خطرناک لڑائیاں ہوتی تھیں اور صدیوں تک ایک دوسرے کا بدلہ لینے کے لیے مرتے رہتے تھے خون کا بدلہ ہی ان کے ہاں اعلیٰ درجہ کی کمائی سمجھی جاتی تھی اگر بیٹا باپ کا بدلہ نہ لے تو وہ ولد الحرام کہلائے۔ غرض ایک آگ لگی ہوئی تھی۔ ان میں بڑے بڑے اہل الرائے اور مدبر بھی تھے مگر ایک بھی ایسا نہ تھا جو سب کو باہم ملا دے اور ان جنگوں کا خاتمہ کرے + مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب آئے تو آپ نے صدیوں کے جنگوں کا خاتمہ کر دیا اور اس آگ کے گڑھے سے انکو بچا لیا اور پھر کہا کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا یہ عظیم الشان کامیابی کسی دوسرے نبی کی زندگی میں نظر نہیں آتی خواہ ساری دنیا کی تاریخ کو پڑھ کر دیکھ لو۔

غرض جب باہم پھوٹ پڑتی ہے اور وہ نفاق اور شقاق حد سے گذر جاتا ہے اس وقت اللہ تعالےٰ ایک مامور کو بھیجتا ہے جو آکر صلح کرا دیتا ہے یہ آیت جس میں ایمانداروں کو خطاب کیا گیا ہے کہ یاایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ بتاتی ہے کہ اسلام پر ایک حالت آنیوالی ہے جبکہ انکو اس خطاب کی ضرورت پیش آئے گی میرا دل بولتا ہے کہ وہ وقت آگیا ہے + مسلمانوں کی موجودہ حالت باہم ان کی تکفیر بازی سب وشتم اور نفاق و شقاق نے اس ضرورت کو پیدا کر دیا ہے کہ کوئی ایسا شخص آوے جو ان تمام نزاعوں کو دور کر کے سچا فیصلہ کر دے۔ اس وقت مقلد۔ غیر مقلد۔ رافضی۔ سنی کے جھگڑوں کو دیکھو۔ پھر درویشوں اور فقیروں صوفیوں اور سجادہ نشینوں کے حالات مشاہدہ کرو۔ اس وقت تمھیں معلوم ہوگا کہ کسقدر ضرورت ہے کسی صلح کرانے والے کی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تباہ شدہ قوم عرب کے پراگندہ شیرازہ کو درست کیا اسوقت بھی ایسی ہی حالت تھی۔ لیکن جب وہ داخل اسلام ہوئے تو پھر انمیں مختلف رائیں اور مختلف مشرب و مذہب نہ رہے تھے بلکہ سب کے سب ایک امام و پیشوا کے متبع تھے لیکن اس وقت ہزاروں ہزار خانوادہ اور مشرب نکلے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو ایک کرنے کے لیے ایک امام کی ضرورت ہے جو اسی روح اور قوت کے ساتھ آئے جسطرح عربوں کی حالت کی اصلاح کیلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آئے تھے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اسی احمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام غلام احمد قادیانی کہلا کر آیا اور اس نے پھر ایک ہی قوم اور ایک ہی گروہ بنانا چاہا ہے۔ اسلام کا خاصہ ہے کہ وہ سب کو صلح کے جھنڈے کے نیچے لاتا ہے اس وقت باہم نزاعیں ہیں جھگڑے ہیں اور اس امام کا نام اسی لیے حکم عدل رکھا گیا ہے اس تاریکی میں اللہ تعالیٰ نے ایک نور بھیجا ہے اب اس کی ...... اطاعت کے بغیر ممکن نہیں کہ یہ نفاق دور ہو۔ سچا مسلمان ہونے کے لیے ایک ہی راہ ہے کہ اس سلسلہ میں داخل ہو جاؤ تاکہ تمہاری قوم زندہ قوم ہو۔

خدا ہم سبکو توفیق دے کہ ان باتوں پر عمل کریں اور امام کی محبت اور اطاعت روح میں پیدا ہو۔ آمین

دارالامان کا ہفتہ

اعلیٰ حضرت مع اہلبیت اللہ کے فضل سے بخیریت ہیں آپ کی مدد رسالہ حقیقۃ الدعا کے لیے قلم اٹھایا ہے اللہ تعالیٰ انکی روح القدس سے مدد کرے۔

بیت الدعا حضرت اقدس نے بیت الفکر کے ساتھ ایک حجرہ دعا کے لیے بنانا تجویز فرمایا تھا جس میں آپ کوئی چار پائی وغیرہ آسکے خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ بیت الدعا پورے طور پر بکر طیار ہو گیا ہے ہمارے مخدوم شیخ رحمت اللہ صاحب جو ہمیشہ ہی ہر نیکی اور دینی خدمات میں مسابقت الی الخیرات کا جوش رکھتے ہیں بیت الدعا کی تعمیر کے کل اخراجات اپنے ذمہ لیے ہیں جزاہ اللہ خیر الجزاء یہ بیت الدعا اظہار الدین کے لیے ایک میگزین ہوگا جہاں خدا کا برگزیدہ مسیح اسلام کی نصرت اور تائید کے لیے کیسی کیسی دعائیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے جلال کے اظہار کا ذریعہ بنائے۔

ہم خدا تعالیٰ کے اپنے ہاتھ سے مسح کیے ہوئے مسیح کے حضور التجا کرتے ہیں کہ اے صادق مسیح خدا نے تیری دعاؤں کی قبولیت کا تجھے وعدہ دیا ہے یہی وجہ ہے کہ تیری روح میں دعاؤں کے لیے بڑا جوش ہے تو بیت الدعا میں اسلام کی عزت و عظمت و جلال کے لیے بڑی بڑی دعائیں کرے گا۔ اپنی جماعت کے لیے بھی دعائیں کرے گا خاکسار ایڈیٹر الحکم تیرا ایک ناکارہ عاجز خادم ہے اسکی کوئی ذاتی علمی عملی خوبی نہیں البتہ اسکے یہ فخر ہے کہ وہ تیرے کلمات طیبات کی اشاعت کا ادنیٰ خادم ہے وہ الحکم کے ذریعہ تیری جناب میں دعا کا خواستگار ہے کہ اسکے خاتمہ بالخیر ہونے کی بھی کر اور دیکھ کہ اللہ تعالیٰ اسکو اور اسکی اولاد کو قرآن شریف کا سچا متبع اور اس کا خادم بنائے۔ آمین

اطلاع

پہلی سہ ماہی گذرگئی خریداران اخبار اپنے اپنے ذمہ کے مطالبات بھیجکر کارخانہ کی اعانت فرماویں۔ خاکسار مینیجر

مختصر نوٹ اور نکات

ناظرین الحکم کو سنہ ۱۳۲۵ ہجری کا آغاز مبارک ہو۔ دنیائے احمدیہ کے مخالف غور کریں کہ چودھویں صدی میں سے پورے پچیس سال گذر گئے اور چھبیسواں شروع ہو گیا مگر انکا خیالی مسیح آسمان سے نہ اترا۔ حالت موجودہ ایسی ہے کہ زبان فریاد کر رہی ہے۔ کسی تائید و نصرت اور نشانات جو بتائے گئے تھے پورے ہو گئے مگر ہنوز بھی تک منتظر ہیں کہ مسیح آسمان سے اترے۔ ناقلو سوچو! اسلام کی حالت موجودہ کیسی ہے؟ اور اسکی حفاظت کیلئے اب کیا ہوا ہے؟ اور خدا تعالیٰ کے انا لہ لحافظون اور وعدہ استخلاف کو جو پورا ہو چکا ہے جھٹلا رہے ہو؟ اتقو اللہ! اتقو اللہ!! اتقو اللہ!!!

آیت نبوت کہو برہان رسالت کہو معجزہ یا خارق عادت کہو انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون اس میں داخل ہے۔ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جسکی کتاب بنیادی کی زبان بعینہ اسطرح شہرت پذیر ہو۔ تراجم مترجمین کے ہر حال خیالات ہیں کو لغت کی ہی ماتحت کیوں نہ ہو حفاظت قرآن کے جو اسباب اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ ان میں ایک زبردست سبب مجددین کی بعثت بھی ہے۔ جو ہر صدی پر ضروری ہوتی ہے لیکن کیا یہ نادانی نہیں اور اس آیت رسالت کی تکذیب نہیں جبکہ عملی طور پر مانا جاتا ہے کہ اس چودھویں صدی میں کوئی مجدد نہیں آیا۔ یہ صرف منکرین کی اپنی کوتہ بینی کا نتیجہ ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے وعدے سچے اور انکو برگزیدہ رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز و خوارق ہر زمانہ میں سچے و صادق اور تازہ ہیں۔ اس صدی کا مجدد جسکا کام کاسر الصلیب تھا آگیا۔ اسکی تائید میں ہزاروں نشان صادر ہوئے اور سعیدوں نے فائدہ اٹھایا اور اٹھا رہے ہیں مگر کور چشم اندھے ہیں اور انکار پر اصرار کئے جاتے ہیں۔

عیسائی کفارہ کا مسئلہ پیش کرتے وقت خدا تعالیٰ کے عدل اور رحم کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ عادل ہے۔ اسلئے بلا سزا نہیں چھوڑ سکتا اور رحیم ہے اسلئے انکو چھوڑنا چاہیے۔ اور اسکی یہی صورت ہو کہ تقاضائے رحم سے مسیح کو پھانسی دیا۔ اس غلط سی پر ہمیں حیرت ہے یہ عجب طرز اجتماع عدل و رحم کی ہے کہ نہ عدل رہا نہ رحم۔ بے گناہ کو پھانسی دیا عدل جاتا رہا۔ اور اسپر رحم نہ ہوا۔ گناہگاروں کو چھوڑ دیا تو چلو عدل کو جواب ملا۔ اور دونوں صفتوں کا تعطل لازم آیا۔

ماسوا اسکے خدا تعالیٰ کے عدل اور رحم کی نظیریں جبکہ دنیا میں موجود ہیں اور ہم ہر روز دیکھتے ہیں پھر اسکو ناممکن کیوں کہا جاتا ہے کہ عدل اور رحم جمع نہیں ہو سکتے جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو آرام کا محتاج بنایا۔ اور اسکے قویٰ میں انکی ترکیب کے موجب مختلف تقاضے اور جذبات اور گونا گوں میلان رکھا۔

اور تعلقات رکھے ہیں اور پھر اس کے قویٰ کے تعلقات کے مناسب اس عالم میں اسباب و آلات بھی پیدا کئے اب اگر کوئی شخص اسکو قانون قدرت کی خلاف ورزی کرتا ہے علاوہ کسی اور تکلیف کے کسی مرض و علت میں گرفتار ہوتا ہے تو عدل اسے مار دیگا ہے مگر مشاہدہ ہے ہزاروں ہزار علاج اور دوائیں اسکے لئے مہیا کر دی ہیں اور بعض اسے اس مرض سے نجات دیکر اصل صحت کا مزا چکھا دیتا ہے یہ مشاہدہ صحیح ہے اسکو کوئی باطل نہیں کر سکتا ہے پھر کیسی نادانی اور حماقت ہو کہ کہا جاوے عدل اور رحم کے تقاضوں کو پورا کرنیکے لئے خدا تعالیٰ معاذ اللہ ایسی راہ اختیار کرتا ہے کہ نہ عدل ہو نہ رحم! سوچو!!!

مشاہدہ صحیحہ جیسے بتاتا ہے کہ قانون قدرت کی خلاف ورزی کرنیوالے مجرم کیلئے عدل اور رحم کے دو نو تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ ایک بدکار قانون شریعت کی خلاف ورزی کرکے سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ لیکن رحم الٰہی نے اسکے لئے توبہ و انابت کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ اگر اس نے خلوص قلب سے سچی توبہ کی اور بڑی تضرع سے اپنے خالق کیطرف رجوع کیا ہے تو فضل الٰہی اسکے شامل حال ہو کر اسکے سارے گناہوں کو دھو ڈالتا ہے۔ اسی وجہ کی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ فضل کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔

سوال ہوتا ہے کہ توبہ کیا ہے؟ اس کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے من تاب و عمل صالحا فانہ یتوب الی اللہ متابا کسی گناہ کی توبہ کا مفہوم اصلی یہ ہے کہ اسکے بالمقابل نیکی کو اختیار کیا جاوے مثلاً حرام کاری کی توبہ یہ ہے کہ عفت اختیار کرے اور دروغگوئی کی توبہ یہ ہے کہ راستبازی علی ہذا القیاس۔ بیشک کیسے نادان ہیں جو توبہ کی حقیقت سمجھے بغیر اسپر اعتراض کرتے ہیں۔

جسطرح پر روشنی اور اسکے انوار فی حد ذاتہ روشنی بخش ہیں الا اگر کوئی تاریک جھونپڑے میں گھسا ہوا ہو اور اسے روشنی نہ پہنچے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ روشنی نور بخش نہیں ہے۔ نہیں وہ فی ذاتہ نور ہے اور اسی لئے نور بخش ہے مگر اسے حاصل کرنا چاہیے۔ اور روشنی لینے اور اسکے انوار کا مظہر بننے کیلئے جسطرح سامان کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً اندھیری کوٹھڑی سے باہر اور اسکے خطوط شعاعی کے محیط میں موجود ہونا ایسا ہی آخرت کے نور اور اس کے سامان کے حصول کیلئے یہاں فضل اور نجات کے سامان کی ضرورت ہے اور وہ سامان جاذب فضل اور منقطع رحم سچا ایمان ہے۔

کوئی مذہب آسمانی ایسا نہیں جسمیں دعاؤں کی تاکید نہ ہو اور کوئی فرد بشر ایسا نہیں جسکی فطرت ایک ایک وقت اسکو دعاؤں کی طرف نہ جھکا دے۔ پھر وہ انسان کیسا

لامذہب اور فطرت انسانی و مشاہدات جاودانی کی طرف سے کیسا جاہل ہے جو دعاؤں کو فضول یا غیر معقول خیال کرتا ہے اور وہ قوم کیسی نادان ہے جس نے عدم قبولیت دعا کو اصل ایمانی سے قرار دیا ہے۔

دعا ایک ایسا فطرتی امر ہے کہ اس سے بجز کسی بلید اور کوردل کے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ دنیا کا کوئی ملک یا شہر اور گاؤں تو در کنار کوئی گھر بھی ایسا نہیں جس میں دعا پر فطرتی ایمان ہونیکا ثبوت نہ ملتا ہو کہیں بڑے چھوٹوں کے حق میں دعائیں کرتے ہیں اور کہیں چھوٹے بڑوں کے حق میں کہیں نوکر اپنے آقاؤں کو دعا دیتا ہے کہیں آقا نوکر کے لئے کہیں دوست دوست کو دعائیں دیتا ہے اور کہیں دشمن گو دشمن ہی دعا ہے سلام گو ذرا زنگ۔ جیتے رہو۔ خوش رہو اسی فطرتی ایمان کا ظہور ہیں تمام زبانوں میں خدا تعالیٰ کے نام قاضی الحاجات مجیب الدعوات۔ رحیم کریم۔ وغیرہ بھی قبولیت دعا کیطرف اشارہ کرتے ہیں۔ پھر ایسے عام یقین سے انکار کرنا جسپر تمام بنی آدم کی فطرتیں۔ زبانیں۔ رسومات اور عبادات شاہد ہیں اور جسپر تمام آسمانی تعلیموں کا اتفاق ہے کیسی جہالت ہے!!!

تقویٰ ایک فطرتی امر ہے جو ہر ایک انسان کو اندر بدی کے وقت ظاہر ہوتا ہے متواتر لغزشیں اور بدیوں کیساتھ یہ خوف زائل ہو جاتا اور خدا پرستی اور نیکوکاری کے ساتھ بڑھتا ہے چنانچہ یہ عام مشاہدہ کی باتیں ہیں کہ جو جرم انسان نے پہلے کبھی نہیں کیا جب اول بار اسکے کرنے کا ارادہ کرے تو طرح طرح سے اس کا نور قلب اسکو ڈراتا اور سمجھاتا ہے مگر بار بار وہی ارادہ کرنیسے یہ خوف کم ہو جاتا ہے یہانتک کہ آخر کار ارتکاب ہی کر بیٹھتا ہے

جیسے فاسد عضلات و اعصاب میں جبتک کوئی ریشہ بھی اپنی اصلی حالت پر ہے اسوقت تک کلی انہیں حرکت پیدا کر سکتی ہے اسیطرح پر انسان خواہ کیسا ہی ظالم و غلیظ کیوں نہ ہو جبتک کوئی رشتہ ایمان اور حیا سے خالق کا اس میں باقی ہے اسوقت تک امید کیجاتی ہے کہ ذکر قرآن اسمیں تحریک پیدا کر دے۔ اور یقیناً کرتا ہے لیکن جب عضو اوف کی سی حالت ہو جاوے تو پھر اسکا علاج بجز کیا ہو کہ کاٹنے کے؟

انسان اپنی تنہائی یا خود مختاری میں جب کوئی برا ارادہ کرتا اور اسکی تکمیل کے واسطے تدبیر کرتا ہے۔ اسوقت اس کا اتالیق اور استاد تقویٰ ہی ہو سکتا ہے جو اسکو ان بدیوں سے بچانے کی ہدایت کرتا ہے۔ تقویٰ یعنے خوف الٰہی ہی اسکا واعظ اور محافظ ہوتا ہے جو اسکو بد ارادوں اور بد عملیوں کے وقت فوراً تنبیہ کر دیتا اور ضلالت سے بچانا چاہتا ہے

صحیفۃ الولاء پر ریمارک

نمبر ۴

پچھلے نمبر کے آخر میں صحیفۃ الولاء کے رافضی یا نیچری مصنف کے اس دعویٰ کی تنقید ہم نے کرنی چاہی تھی کہ مرزا صاحب کو نبی ہونے کا دعویٰ ہے اور اس تنقید کے لئے ہم نے بتایا ہے کہ پہلے یہ سوال قابل جواب ہے کہ کیا آنیوالا مسیح نبی ہوگا یا نہیں؟ اور اسی سوال کے ضمن میں دوسرا سوال قابل بحث یہ رہ جاتا ہے کہ کیا مسیح ناصری کے آنے سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے یا نہیں؟ اور پھر تیسرے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ مسلم بات ہے کہ آنیوالا مسیح موعود نبی ہوگا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں نبی اللہ اس کے لئے آیا ہے۔ تو پھر سوال زیر بحث یہ باقی رہیگا کہ حضرت اقدس میرزا صاحب مسیح موعود ہیں یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں پہلا امر تنقیح طلب یہ ہے کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی ناصری نبی فوت ہو چکا ہے اور چونکہ فوت شدہ واپس نہیں آتے جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے پس آنیوالا مسیح موعود وہی ناصری نبی تو یقیناً نہیں ہو سکتا۔ وفات مسیح پر بحث کرنیکی ہمکو اس مقام پر کوئی ضرورت نہیں کیونکہ منشی احمد علی صاحب کے محترم بزرگ سید احمد خان بالقابہ کے مشرب کے موافق وفات مسیح کے قائل ہیں۔ اس لئے ہمکو اس بحث کو چھوڑکر آگے چلنا چاہئے۔ اگرچہ منشی صاحب کو مسیح اور مہدی کے آنے میں بھی سید صاحب کے مشرب پر منکر ہونا چاہئے اور کچھ تعجب نہیں کہ وہ ہوں لیکن شیعیت کی رگ کم از کم ان کو مہدی کا منتظر ضرور رکھتی ہوگی۔ اور چونکہ مسیح و مہدی ایک ہی موعود کی دو مختلف شانیں ہیں اس لئے اس سوال کو حل کرنا ضروری ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے ثبوت میں پہلا امر تنقیح طلب یہ ہے کہ آنیوالا مسیح موعود اسی امت سے ہوگا۔

اولاً ہم قرآن شریف سے اس امر پر بحث کرتے ہیں اور منجملہ ان آیات کے جو اس امر کی تائید کرتی ہیں کہ آنیوالا مسیح موعود اسی اُمت میں سے ہوگا ایک یہ آیت ہے۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم الاٰیۃ۔

یعنے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے جو ایماندار ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وعدہ فرمایا ہے کہ ان کو زمین پر انہیں خلیفوں کی مانند خلیفہ کرے گا جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خلیفوں کا وعدہ مومنوں اور اعمال صالحہ کرنیوالوں سے کیا ہے۔ اور یہ وعدہ اسی رنگ اور صورت پر ہوگا جسطرح پہلے خلیفے مقرر ہوئے تھے وہ پہلے خلیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے خلفاء تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے استحکام اور قیام کیلئے پے در پے بھیجا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی صدی ایسی نہیں گذری جسمیں کوئی مجدد دین موسوی کا خلیفہ نہ آیا ہو۔ چنانچہ قرآن شریف کی یہ آیت اس امر کی تصدیق اور تائید کرتی ہے۔

ولقد اٰتینا موسی الکتٰب وقفینا من بعدہ بالرسل واٰتینا عیسی ابن مریم البینٰت الاٰیۃ۔

مذہبی تاریخ صحیحہ سے اس امر کا صاف پتہ لگتا ہے کہ خلفاء جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے قیام کے لئے آتے رہے قفینا من بعدہ بالرسل کے مصداق ہیں انکی تعداد بارہ تھی اور تیرھویں خلیفے حضرت مسیح علیہ السلام تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مسیح موعود اور خاتم الخلفاء تھے۔ اب آیت استخلاف کو غور سے پڑھو اور اس کے لفظ کما پر تدبر کرو تو یہ لفظ نشان سبیل کیطرح بتاتا ہے کہ اسی طرز پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں خلفاء کا سلسلہ ضروری ہے۔ اور ایسی نسبت و مماثلت کے لحاظ سے جو لفظ کما سے پیدا ہوتی ہے ضروری ہے کہ تیرھواں خلیفہ خاتم الخلفاء اور مسیح موعود ہو۔ اور جسطرح پر وہ بارہ خلیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھے اور خاتم الخلفاء درحقیقت موسیٰ کی قوم میں سے نہ تھا اسی طرح پر اللہ تعالیٰ نے محمدی سلسلے کے خلفاء کو موسوی سلسلہ کے خلفاء سے مشابہت دیکر صاف طور پر سمجھا دیا کہ اس سلسلے کے آخر میں خاتم الخلفاء مسیح موعود ہوگا۔ اور یہ آخری خلیفہ بھی جو خاتم ولایت محمدیہ ہے وہ محمدی قوم میں سے نہیں ہے یعنے قریش میں سے نہیں اور یہی چاہئے بھی تھا کہ آخری خلیفہ اپنے آباؤ اجداد کے رو سے اس قوم میں سے نہ ہوتا تا تحقق مشابہت اکمل اور اتم طور پر ہو جاتا۔ پس اس آیت پر غور سے نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنیوالا مسیح موعود اسی اُمت میں سے ہونا چاہئے کیونکہ جبکہ نص قطعی قرآنی یعنی کما کے لفظ سے ثابت ہوگیا کہ سلسلہ استخلاف محمدی کا سلسلہ استخلاف موسوی سے مماثلت رکھتا ہے جیسا کہ اسی کما کے لفظ سے ان دونوں نبیوں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثلت ثابت ہے جو آیت کما ارسلنا الی فرعون رسولا سے سمجھی جاتی ہے اور جسکی تائید اور تصدیق توریت کی کتاب استثنا کی پیشگوئی بھی کر رہی ہے اور یہ مماثلت اسی حالت میں قائم رہ سکتی ہے جبکہ محمدی سلسلے کے آنیوالے خلیفے گذشتہ خلیفوں کا عین نہیں بلکہ غیر ہوں۔ کیونکہ مشابہت اور مماثلت میں من وجہ مغایرت ضروری ہے اور کوئی چیز اپنے نفس کے مشابہ نہیں کہلا سکتی۔ پھر اگر ہم یہ فرض کریں کہ آخری خلیفہ سلسلہ محمدیہ کا جو تقابل کے لحاظ سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے مقابل پر واقع ہوا ہے اور جسکی نسبت ایسی مماثلت اور مشابہت کی وجہ سے یہ ماننا لازم ہے کہ وہ اس اُمت کا خاتم الخلفاء ہے جیسا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام تھے اگر وہی عیسےٰ علیہ السلام رہا جو باوجود اسکے کہ وہ وفات پا چکے باوجود اس کے کہ کوئی مُردہ واپس اس دُنیا میں نہیں آتا باوجودیکہ کوئی جنت سے نکالا نہیں جاتا۔ پھر آجائیں گے تو اس سے قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے۔ کیونکہ قرآن شریف جیسا کہ لفظ کما سے مستنبط ہوتا ہے دونو سلسلوں کے خلفاء کو من وجہ مغائر قرار دیتا ہے اور یہ ایک نص قطعی ہے جسکو ساری دنیا بھی ملکر رد نہیں کر سکتی۔ اب کیسے واضح طور پر اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آنیوالا مسیح موعود اسی اُمت سے ہوگا۔ پھر قرآن شریف کی ایک اور آیت بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ مسیح موعود اسرائیلی نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن شریف میں بنی اسرائیل کے لئے آیا ہے کہ ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ اور اس قوم کو مغضوب علیہم ٹھیرایا اور ان کی عزت و رفعت کے اسباب میں سے بعثت انبیاء و ملوک تھی اس قوم میں جیسے سلسلہ سلطنت منقطع ہو گیا اسیطرح پر نبوت کا سلسلہ بھی ختم ہو چکا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے میں یہی سر تھا۔ لیکن اب اگر حضرت مسیح پھر آجاویں تو اس مغضوب اور ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ کی مصداق قوم کو عزت اور رفعت دی گئی جو قرآن شریف کے اس منشاء کے خلاف ہے اس سے بھی صاف طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنیوالا مسیح موعود اسی امت سے ہوگا۔

پھر ایک اور امر بھی قابل غور ہے بنی اسرائیل کے معائب اور مثالب جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں انمیں اصل اس ایک امر کی طرف اشارہ ہے کہ امت محمدیہ میں بھی ایک وقت اس قسم کی بد اطواریاں پیدا ہو جائینگی چنانچہ حدیث صحیح نے اس کی توضیح کر دی ہے کہ یہود کیطرح یہ ہو جاینگے یہاں تک کہ اگر کسی یہودی نے ماں سے زنا کیا ہے تو یہ ایسا بھی کرینگے اب بگڑنے میں تو یہ اُمت انکے ساتھ مماثلت پیدا کرے اور اصلاح کے لئے یہ ہو کہ مصلح پہلے یہودیوں میں سے آئے۔ یہ کیسی ہتک خیز اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی پر حملہ کرنے والی بات ہے ایسا ہرگز نہیں۔ آنیوالا مسیح اسی امت سے ہوگا۔

اور پھر آیت اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کے متعلق بالاتفاق تسلیم کر لیا گیا ہے کہ یہ جماعت مسیح موعود کی جماعت ہے۔ اب اگر اسرائیلی مسیح کے ذریعہ فیض پہنچنے والا ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کہاں رہے۔ خاتم الانبیاء تو مسیح اسرائیلی جا ٹھیرا۔

اسی طرح پر بہت سی آیات قرآن شریف میں موجود ہیں جو اس بات کو واضح طور پر بیان کرتی ہیں کہ آخری زمانہ میں آنیوالا امام اور مسیح موعود اسی اُمت میں سے ہوگا۔

اور احادیث صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنیوالا مسیح جس کا اس امت کے لئے وعدہ دیا گیا ہے کہ وہ اسی امت میں سے ایک شخص ہوگا منجملہ ان کے بخاری اور مسلم کی وہ حدیث ہے جسمیں اماممکم منکم اور امکم منکم لکھا ہے جسکے یہ معنے ہیں کہ وہ تمہارا امام ہوگا۔ اور تم ہی میں سے ہوگا چونکہ یہ حدیث آنے والے مسیح موعود کی نسبت ہے اور اسی کی تعریف میں اس حدیث میں حکم اور

مَعَل کا لفظ بطور صفت موجود ہے جو اس فقرہ سے پہلے ہے اس لئے امام کا لفظ بھی اسی کے حق میں ہے اور یہ ہی کی اور بھی بات ہے کہ مِنکُم کے لفظ میں صحابہ کو خطاب کیا گیا ہے اور وہی مخاطب تھے لیکن ظاہر ہے کہ انہیں سے تو کسی نے مسیح موعود ہونیکا دعویٰ نہیں کیا اس لئے مِنکُم کے لفظ سے کوئی شخص ایسا مراد ہے جو خدا تعالیٰ کے علم میں قائمقام صحابہ ہے اور وہ وہی ہے جسکو اس آیت مفصلہ ذیل میں قائمقام صحابہ کہا گیا ہے یعنی وَآخَرِینَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوا بِهِمْ

باقی آئندہ

ہماری لوکل ضروریات

افسران ضلع کے توجہ طلب

قادیان دارالامان حضرت حجۃ اللہ المسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کا مرکز ہونے کی وجہ سے دن بدن ہر پہلو میں ترقی کر رہا ہے آبادی اسکی بڑھ رہی ہے مختلف کارخانے یہاں کھلتے جاتے ہیں اور ضلع کے ذمہ وار آفیسرز کو بخوبی معلوم ہے یہاں کی ضروریات ان امور کی ترقی کے ساتھ بڑھتی جاتی ہیں۔

گذشتہ سے پیوستہ سال میں ہم نے بعض مختصر نوٹوں کے ذریعہ ذمہ وار حکام کو چند امور کیطرف توجہ دلائی تھی اور ان پر کسی حد تک نوٹس لیا بھی گیا تھا مگر ایسا نوٹس حکم عدم وجود قریباً برابر کہنا چاہئے۔ اسوقت ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر ایک ایسے سلیم الطبع اور رحیم الفہم انگریز ہیں جنکے حضور خاکسار ایڈیٹر الحکم کو اس وقت تک ذاتی نیاز حاصل ہے جبکہ میجر ڈاوس امرتسر کے ڈپٹی کمشنر تھے اور آپ کے ماتحت ایڈیٹر الحکم کو ۱۸۹۶ء کے محرم کی تقریب پر بحیثیت سپیشل پولیس آفیسر کام کرنا پڑا تھا اور صاحب موصوف نے ان خدمات کے قابل اطمینان ہونے پر خوشنودی مزاج کی سند بھی دی تھی۔ اس لئے ہم اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر جانتے ہیں کہ **میجر ڈاوس** ہمیشہ **رفاہ عام** کاموں کی طرف زیادہ دلچسپی لینے والے ہیں۔ اور رعایا کی بہبود اور سود کا آپ کو بہت لحاظ رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آپکی توجہ کے لئے چند امور پیش کرنا چاہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ اسپر توجہ فرمائیں گے۔

اوّل قادیان کی صفائی کے متعلق گذشتہ دو سالوں میں تحریک اور تجویز کی گئی تھی کہ قادیان کو **نوٹی فائیڈ ایریا** قرار دیا جاوے اس کے متعلق ابتدائی کارروائی ہو چکنے کے بعد پھر کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ باشندگان نے جہاں تک ہم کو معلوم ہے تحصیلدار صاحب بٹالہ کے بالمواجہ تسلیم کر لیا تھا کہ **عملہ صفائی** اور زائد **عملہ حفاظت** کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے ہوس ٹیکس دینے کو آمادہ ہیں۔ پھر نہیں معلوم کہ اس طرف کیوں توجہ نہیں ہوئی۔ آبادی کے دن بدن بڑھنے کی وجہ سے صفائی کی طرف زیادہ توجہ ہونی ضروری ہے۔ اور اسکا **کامل انتظام** بجز اسکے نہیں ہو سکتا کہ قادیان کو نوٹیفائڈ ایریا قرار دیا جاوے اس صورت میں زائد **عملہ حفاظت** کا تقرر بھی عمل میں آسکتا ہے۔

دوم۔ قادیان سے بٹالہ کو جو سڑک جاتی ہے وہ سڑک اگرچہ اسپر مٹی وغیرہ ڈالی جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی یکوں کی کثرت آمدورفت کی وجہ سے کچھ ایسی خراب اور شکستہ رہتی ہے کہ بسا اوقات یکے اولٹ جاتے ہیں اور مسافروں کو تکلیف پہنچتی ہے بالخصوص وہ حصہ جو قادیان سے لنگر سڑک تک جاتا ہے۔ وہ بہت ہی خراب حالت میں رہتا ہے۔ اگر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر خود کبھی اسطرف کا دورہ فرمائیں تو انکو اس سڑک کی حقیقت بخوبی معلوم ہو جاوے۔ یہ سڑک ہر حالت میں پختہ ہو جانی چاہئے اور اس سڑک پر کوئی درخت سایہ دار بھی نہیں۔ جو موسم گرما کی شدت میں راہگیروں کو آرام پہنچا سکیں۔ امید کی جاتی ہے کہ ذمہ وار افسرز ان امور کی طرف متوجہ ہونگے۔

ڈاکخانہ قادیان

آخر قادیان کے پوسٹ ماسٹر صاحب کی تبدیلی کا سوال حل کر دیا گیا اور منشی بیلی رام سب پوسٹ ماسٹر ننیاں کوٹ کو منشی نظام الدین کی جگہ بھیجا گیا۔ یہ تو سچ ہے کہ منشی بیلی رام صاحب پرانے زمانے کے ایک تجربہ کار برہمن ہیں۔ لیکن جبکہ **ننیاں کوٹ** میں اس قدر کام کی کثرت نہیں جسقدر قادیان میں تو ان سے قادیان کے ڈاکخانہ کا کام تنہا نبھنا کماحقہ دشوار ہے اور پوسٹل اتھارٹیز کو یہ سب امور اسوقت معلوم ہو سکتے ہیں جبکہ خود سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر قادیان کے ڈاکخانہ کو آکر دیکھیں جو سب آفس ہونے کے وقت سے شاید ایک ہی مرتبہ دیکھا گیا ہے۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ کا مستقر ڈیرہ ہے اس لئے امید کیجاتی ہے کہ وہ خود آکر ڈاکخانہ کا ملاحظہ کریں اور کام کی کثرت کے سوال کو حل کرنیکی فکر کریں۔ علاوہ بریں الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے ظاہر کیا تھا کہ ڈاک کی روانگی اور رسیدگی کا موجودہ انتظام بالکل ناقابل اطمینان ہے۔ قادیان میں آجکل ڈاک ۲ بجے کے قریب تقسیم ہوتی ہے اور بسا اوقات ۳ کو بھی بعد۔ اور ہم نہیں جانتے کہ کیوں ایسا ہوتا ہے۔ اور جو ڈاک قادیان سے روانہ ہوتی ہے وہ بٹالہ میں جاکر ایک روز برابر پڑی رہتی ہے۔ یعنے مثلاً اگر یکم اپریل ۲ بجے کو قادیان میں امرتسر کے لئے چٹھی ڈالی جاوے تو وہ امرتسر ۳۔ اپریل کی دوپہر کو جاکر تقسیم ہوگی۔ یہ کیسی حیرت انگیز بات ہے ایک دن پورا قادیان پڑی رہی اور ایک رات بٹالہ پڑی رہی اور تیسرے دن دوپہر کو امرتسر۔ اس انتظام سے ان لوگوں کو جنکا تعلق محکمہ ڈاک کے ساتھ زیادہ ہے اور جو کاروباری آدمی ہیں سخت نقصان پہنچتا ہے۔ ہم اسپر توجہ دلانے کیلئے متواتر نوٹوں کے ذریعہ حکام ڈاکخانہ کو بیدار کرینگے

لالہ گیانچند صاحب منصف گورداسپور

لالہ گیانچند صاحب منصف گورداسپور کے متعلق بعض امور اس قسم کے ہمیں معلوم کرائے گئے ہیں جو اگر صحیح ثابت ہو جائیں تو کچھ شک نہیں کہ وہ اہل مقدمہ کے انصاف کی راہ میں روک پیدا کر سکتے ہیں۔ ہم بطور خود ان معاملات کی تحقیقات اور تصدیق کر رہے ہیں اور پوری انفرمیشن کے حاصل ہونے پر ہم ان معاملات کو روز روشن میں لانے کی سعی کرینگے۔

پہلے تو دفعہ ۸۲ کے اشتہاروں ہی کے متعلق یہ شکایت ہی کہ وہ زیادہ تر ان اخبارات میں شایع کروائے جاتے ہیں جنمیں لالہ صاحب کی کتابوں کے اشتہار چھپتے ہیں۔ اور اب یہ شکایت بھی عام ہو چلی ہے کہ مقدمات میں کمیشن جن لوگوں کو دیا جاتا ہے وہ ایسے شخص ہوتے ہیں جن کے لالہ صاحب سے کوئی ذاتی تعارف یا تعلق ہوتا ہے۔ یا سرکاری ملازموں اور اہلکاران عدالت کو دیا جاتا ہے۔ چند روز ہوئے کہ ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر کی عدالت میں کوئی درخواست اسی قسم کی کمیشن کے متعلق گذری جسمیں اہل کمیشن غالباً لاہور کے باشندے تھے۔ اگر یہ شکایتیں صحیح ہیں جنکے صحیح ہونے کا یقین دلایا جاتا ہے تو پھر گورنمنٹ پنجاب اور چیف کورٹ پنجاب کو ان امور پر توجہ کرنیکی ضرورت پیش آئیگی۔

ڈومیسٹک

ہمارے عزیز دوست منشی کرم علی صاحب احمدی مصلح سنگ ضیاء الاسلام قادیان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ۸۔ فروری ۱۹۰۳ء کو نماز فجر سے پہلے فرزند عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس مولود مسعود کو والدین کے لئے مبارک اور قوم کیلئے مفید ثابت کرے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود نے بچہ کا نام رحمت اللہ تجویز فرمایا۔ اگرچہ یہ واقعہ بہت عرصہ پیشتر الحکم میں نکلنا چاہئے تھا۔ لیکن چونکہ اصل غرض اندراج سے ایسے ضروری واقعات کی تاریخ نوٹ کرنا مقصود

سلسلۂ عالیہ احمدیہ اور عالمِ اخبارات

سلسلۂ عالیہ احمدیہ کی روز افزوں ترقی حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ و دعوت کے میدان کی وسعت سلسلہ کو اخبارات کی تحریروں عالم اخبارات میں اس سلسلہ کو ذکر کا باعث ہوتے رہتے ہیں اسلئے ہم حسب الضرورت ان تحریروں پر نوٹس لینے کے لئے الحکم کا ایک حصہ مختص کرتے ہیں۔

ایڈیٹر

پیسہ اخبار غالباً اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اس سلسلہ کی وقعت کم کرنیکے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دے گر اسے معلوم ہو جائیگا کہ خدا جسکو بلند کرنا چاہتا ہے کوئی اسکو گرا نہیں سکتا۔ ایڈیٹر صاحب ۲۰ مارچ کی اشاعت میں اپنے اردو زبان کے ماہوار رسالے کے عنوان کے نیچے اشاعۃ السنہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ماہ ستمبر ۱۹۰۳ء کے رسالے میں علاوہ دیگر مضامین کے جو سب پڑھنے کو قابل ہیں ایک بہت لمبا مضمون بہ آفت قادیان کی پیشگوئی کا پورا نہ ہونا کے عنوان سے شایع ہوا ہے۔" اصل غرض ایڈیٹر صاحب کی اس آخری فقرہ کے اندراج سے ہی تھی مگر ہمیں افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ پیسہ اخبار کے ایڈیٹر یا ایڈیٹر صاحبان کو یہ ریمارک کرتے ہوئے اتنا خیال نہ آیا کہ پورے چند ماہ بعد جس رسالہ کی اشاعت کا ذکر کرتے ہیں کیا وہ اس چند مہینے کو اندر متواتر وقت پر شایع ہوتا رہا ہے۔ اور اگر انکی اشاعت اسی حد تک ثابت ہو کہ چند مہینے میں ایک ہی نمبر نکلا ہو تو پھر شاید پیسہ اخبار کو اشاعۃ السنہ کی اشاعت ثانی پر افسوس کرنا پڑے گا کیا پیسہ اخبار کا ایڈیٹر اس نکتہ پر غور کریگا؟۔

ست دھرم پرچارک آریہ سماج قادیان کے جلسہ کا ذکر کرتے ہوئے ان ہفوات اور گالیوں پر اترتا ہے جو جلسہ میں دی گئی تھیں ہم اس جلسہ کے حالات تحریر کرتے وقت ان تمام امور کو ملحوظ رکھیں گے اور انشاء اللہ دکھا دینگے کہ آریہ سماج نے کہانتک قبول حق سے اعراض کیا ہے؟ اور اسکی اصل غرض کیا تھی؟ ذرا انتظار کیجئے۔!!!

وکیل میں کپور تھلہ کے ایک پروفیسر صاحب کا خط حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کے نام شایع ہوا ہے جو اسکی دو تین ہفتوں میں ختم ہوا ہے۔ ہم اس خط کا انکے جواب بذریعہ الحکم انشاء اللہ جلد تر شایع کرینگے۔

مذہبی اور اسلامی دُنیا

بیگم بھوپال کا اعلان طاعون کے متعلق سرکار عالیہ بھوپال نے طاعون کے متعلق کچھ عرصہ گذرتا ہے کہ اعلان شایع کیا ہے جسکا خلاصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اس اعلان کو پڑھکر سرکار عالیہ کی خدا ترسی اور خدا شناسی کا کچھ پتہ لگتا ہے جو ہمارے لئے باعث مسرت ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ نیک دل بیگم کا اعلان بہت موثر ثابت ہوگا۔ قدیم زمانے میں ایسا دستور تھا کہ جب ملک پر کوئی آفت یا وبا آتی تو وہ صرف رعایا ہی کو اعمال صالحہ کی ہدایت کرتے اور خشوع و خضوع سے دعائیں مانگنے کا احکام صادر کرتے بلکہ خود بھی ابتہال و اضطرار کے ساتھ دعاؤں میں مصروف ہوتے اور مشکلات اور آفات کے دور ہونیکی کلید دعا ہی کو سمجھتے اور اس کو نتایج سے فایدہ اٹھاتے اسی زمانہ میں جبکہ خدا تعالیٰ کے پاک نام کو ہنسی میں اڑایا جاتا ہے۔ بیگم بھوپال کا یہ اعلان بہت ہی قابل قدر ہے۔ کیا اچھا ہو کہ تمام حکمران اس قسم کے اعلان شایع کریں بہر حال اسکا خلاصہ یہ ہے کہ

"کثرت معاصی اور اخلاقی کمزوری کے باعث یہ خدا کا غضب نازل ہوا ہے۔ مخلوق کو چاہیئے کہ توبہ کرے۔ استغفار پڑھے اور درگاہ خداوندی میں الحاح کے ساتھ دعا مانگے امید ہے کہ خدا رحم فرمائیگا وہ ارحم الراحمین ہے۔ اسکے سوا کوئی شخص تدبیر نہیں کرسکتا۔"

یہ بھی ارشاد کیا ہے کہ عام مخلوق کے ساتھ میں بھی اس تضرع و زاری اور دعا میں شریک ہوں۔

اسلام میں عورتوں کی حالت ایک جرمن پروفیسر نے ان یورپین مصنفوں کو تاریخی شہادتوں کی بنا پر معقول جواب دیا ہے جو اسلام پر عورتوں کو تحت حقیر سمجھنے کے متعلق الزام لگاتے ہیں اس نے کئی عالم و فاضل اور عابدہ و زاہدہ اور شجاع و دلیر مسلمان عورتوں کا ذکر کرکے ثابت کیا ہے کہ جو منزلت اسلام نے عورتوں کو ہر لحاظ سے دی ہے وہ بلاشبہ قابل رشک ہے۔ ہمارے کالموں میں گنجائش نکل آئی تو ہم ارادہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ اس مضمون کو پورا جواب دیا جاوے۔

مسئلہ تقلید کرزن گزٹ میں چند سوالات شایع ہوتے تھے جن میں سے ایک مسئلہ تقلید ہی تھا ۱۳ مارچ کی اشاعت میں ایک مولوی صاحب اس کا جواب تحریر کرتے ہیں اور اہل حدیث کے عام مشہور مذاق پر لکھتے ہیں مگر ان کی تحریر میں ایک بات قابل غور ہے۔ وہ اپنے مخالف کو جواب دیتے ہوئے جواب پوچھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے تو کس مذہب کے موافق فتوے دیں گے پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق اور کتاب و سنت کو مقدم کرینگے" ہم اس جواب کی بڑی قدر کرتے ہیں اور اسکو بیانتک صحیح سمجھتے ہیں لیکن ہم مجیب صاحب سے ایک بات ضرور پوچھنی چاہتے ہیں کہ بیشک مسیح علیہ السلام نازل ہوکر کتاب و سنت کو مقدم کرینگے لیکن احادیث جو مختلف ہیں مثلاً شیعوں کی کچھ اور اور حنفیوں کی کچھ اور ان اختلافات میں وہ کس کے موافق فتوے دینگے؟ غالباً آپ کہیں گے اور کہنا چاہیئے کہ چونکہ وہ حَکَم ہونگے جو فیصلہ وہ کرینگے وہ ناطق ہوگا جب تسلیم کیا جاوے۔ تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کا سمجھ لینا کچھ بھی مشکل نہیں رہتا۔

روس میں مذہبی آزادی زار روس نے ایک اعلان شایع کیا ہے۔ جس کی رو سے ہر مذہب کے باشندگان روس کو مذہبی آزادی عطا کی گئی ہے اور ہر ایک صوبہ اور متعلقات میں لوکل سلیف گورنمنٹ قایم کرنے کی تجویز کا اعلان کیا ہے اور کاشتکاروں کو بیگار میں پکڑنے کا دستور بند کیا گیا ہے ہندوستان کی رعایا کو برٹش گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت میں یہ جو کچھ حقوق اور رعائتیں عرصہ دراز سے حاصل ہیں بجائیکہ روسی رعایا نے بہت سی خون خرابوں بلووں اور ہنگاموں کو بعد یہ رعائتیں حاصل کی ہیں۔ برٹش گورنمنٹ نے جو مذہبی آزادی دے رکھی ہے اسکی نظیر کسی دوسری سلطنت کے ماتحت اسوقت ہرگز ممکن نہیں +

یعنی

مصر اور دیگر بلاد اسلامیہ میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی خوشخبری پہنچانے والا عربی اور فارسی زبان کا ماہوار رسالہ

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں البشریٰ کا مفصل اشتہار شایع ہو چکا ہے۔ امید کیجاتی ہے کہ ناظرین الحکم اس رسالہ کے جلدی اجرا کے لئے کوشش کریں گے۔ درخواستیں آنی شروع ہوگئی ہیں اس کی ضرورت اور اہمیت پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں سمجھا ان ملکوں میں اس دعوت کی پہنچانے کی ضرورت آپ لوگوں سے مخفی نہیں۔ یہ کام تو آخر ہوگا لیکن مبارک ہونگے وہ لوگ جنکو اس دعوت کے پہنچانے کا ثواب حاصل کرنے کا موقع ملیگا +

ضرورت

البشریٰ کو ایڈیٹوریل سٹاف میں ایک ایسے لائق عربی اور فارسی دان احمدی کی ضرورت ہے جو اردو کو عربی اور فارسی میں [illegible]

کہ کوئی تخم شگفتگی کے لیے نہ نکلے لیکن جو کچھ ہوگا وہی برآمد ہوگا۔ نیک اور سعید الفطرۃ اپنی جگہ پر ممنو دار ہوتے ہیں اور خبیث الگ اور اس سے پہلے وہ ملے جلے ہوئے ہوتے ہیں جیسے گندم اور جھنگھاٹ کے دانے ملے ہوئے ہوتے ہیں لیکن جب زمین سے نکلتے ہیں تو دونوں الگ نظر آتے ہیں مالک گندم کی حفاظت کرتا اور جھنگھاٹ کو نکالکر باہر پھینکتا ہے۔

پس نزول **وحی** کے ثبوت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ مسئلہ پیش کیا ہے جسکو نادان اپنی نادانی اور جہالت سے اعتراض کے رنگ میں پیش کرتا ہے حالانکہ اسمیں ایک عظیم الشان فلسفہ رکھا ہوا ہے۔ اسی لیے والسماء ذات **الرجع والارض ذات الصدع** کہکر فرمایا **انہ لقول فصل**۔ انہ **لقول فصل** جو کلام الٰہی کے لیے بولا گیا ہے یہ ایک نظری امر تھا اسکے ثبوت کے لیے بدیہی امر کو پیش کیا ہے۔ جیسے امساک باراں کے وقت ضرورت ہوتی ہے مینہ کی ایسا ہی اس وقت لوگ روحانی پانی کو چاہتے ہیں زمین بالکل مرچکی ہے یہ زمانہ ظہر الفساد فی البر والبحر کا ہوگیا ہے جنگل اور سمندر بگڑ چکے ہیں جنگل سے مراد مشرک لوگ اور بحر سے مراد اہل کتاب ہیں۔ جاہل و عالم بھی مراد ہو سکتے ہیں غرض انسانوں کے ہر طبقہ میں فساد واقع ہوگیا ہے جس پہلو اور جس رنگ میں دیکھو دنیا کی حالت بدل گئی ہے روحانیت باقی نہیں رہی اور نہ اسکی تاثیریں نظر آتی ہیں۔ اخلاقی اور عملی کمزوریوں میں ہر چھوٹا بڑا مبتلا ہے خدا پرستی اور خداشناسی کا نام و نشان مٹا ہوا نظر آتا ہے۔ اسلیے اس وقت ضرورت ہے کہ آسمانی پانی اور نور نبوت کا نزول ہو اور مستعد دلوں کو روشنی بخشے۔ خدا تعالیٰ کا شکر کرو اس نے اپنے فضل سے اس وقت اس **نور** کو نازل کیا ہے مگر تھوڑے ہیں جو اس نور سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی بنا پر دلائل عقلیہ اور نشانات بینہ سے اس سلسلہ کی صداقت کو ظاہر کر دیا ہے۔ تعلیم کو انسان دیکھے تو صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ سچی تعلیم یہی تعلیم ہے جسکو عقل سلیم قبول کریگی۔ اسلامی تعلیم ہی ایک ایسی تعلیم ہے کہ جسکو عدل کہتے ہیں۔ اس تعلیم میں ایک کشش موجود ہے۔ سورۂ فاتحہ میں جب خدا کو پیش کیا ہے دنیا کا کوئی مذہب ایسے پیش نہیں کرتا۔ عیسائیوں نے جو خدا دکھایا ہے اس کے مقابلہ میں ہم کہتے ہیں **لم یلد ولم یولد** ہے۔ ہاں اگر مریم کے پیٹ میں واقعی خدا آگیا تھا تو چاہیے تھا کہ وہ پیٹ ہی میں مریم کو وعظ کرتے۔ اور ایک لمبا لیکچر دیتے جسکو دوسرے لوگ بھی سن لیتے تو اس خارق عادت لیکچر کو سنکر سارے شبہات دور ہوجاتے اور...... خواہ مخواہ ماننا پڑتا۔ بلکہ اور بھی خدائی کا ثبوت ملتا اگر پیٹ ہی میں معجزے دکھانے شروع کردیتے تو اور بھی معاملہ صاف ہوجاتا اور خواہ نخواہ ماننا پڑتا۔ مگر بجائے اسکے کہ اسکی الوہیت کی کوئی عظمت ثابت ہوتی ہر پہلو سے اسکا نقص اور کمزوری ہی ثابت ہوتی ہے۔

مریم کا نکاح حمل میں کیا گیا جو شرعاً جائز نہ تھا۔ اور ایک نکاح سے تین قسمیں توڑ دی گئیں۔ یعنی ماں نے عہد کیا تھا کہ نکاح نہ کرینگی اور خود مریم نے بھی عہد کیا ہوا تھا۔ اور ان ساری باتوں کے علاوہ ایک اور اعتراض ہے جس کا جواب عیسائی نہیں دے سکتے۔ عیسائی مذہب میں دوسری شادی منع ہے لیکن یوسف کی پہلی بیوی تھی۔ اور بھی اس قسم کے اعتراض ہیں۔ یہودیوں کی کتابوں کو پڑھو وہ کیا حقیقت بیان کرتے ہیں اور ہمکو تو ایسے اعتراض کرتے ہوئے بھی افسوس اور حیا مانع ہوتے ہیں۔ پادری عمادالدین نے اپنی کتابوں میں راحاب۔ تمر۔ اور بنت سبع کی بابت لکھا ہے کہ وہ اچھے چال چلن کی عورتیں نہ تھیں وہ لکھتا ہے کہ خداوند نے یہ کیا کیا کہ ایسے خاندان میں جنم لیا پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ وہ ایسا کریم ہے کہ ایسے لوگوں میں بھی جنم لینے سے دریغ نہیں کیا۔ مگر ایک دانشمند غور کرے کہ یہ کیسی وسعت اخلاق ہے۔

لیکن ہمارا خدا لم یلد ہے اور کس قدر خوشی اور شکر کا مقام ہے کہ جس خدا کو ہمنے مانا اور اسلام نے پیش کیا ہے وہ ہر طرح کامل اور قدوس ہے اور کوئی نقص ہمیں نہیں۔ وہ خوبیاں کامل طور پر اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں اور ساری صفات انکو بیان کرتی ہیں چنانچہ اول یہ کہ اسمیں **ذاتی حسن** ہے اور اسکے متعلق لیس کمثلہ شئی فرمایا **قل ھو اللہ احد** فرمایا اور کہا کہ وہ **الصمد** ہے بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ اسکا کوئی بیٹا ہے نہ کوئی اسکا ہمتا اور ہمسر ہے۔ قرآن شریف کو غور سے پڑھو تو معلوم ہوگا کہ جا بجا اسکا حسن دکھایا گیا ہے پھر دوسری کشش **احسان** کی ہے عیسائیوں نے خدا کے احسان کا کیا نمونہ دکھایا یہی کہ اپنے بچہ کو پھانسی دیدیا۔ مولوی صاحب (مولوی نورالدین صاحب) ذکر کیا کرتے ہیں کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو کہہ رہا تھا کہ خدا نے اس جہان کو کیسا پیار کیا کہ اپنا بیٹا پھانسی دیدیا لڑکا یہ سنکر ڈر گیا اور بھاگ گیا۔ اور جب اس سے بھاگنے کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے یہی کہا کہ جب خدا نے یہ حرکت کی تو تجھ سے کیا امید ہوسکتی ہے انسان خدا سے محبت کرتا ہے تو پھر اسکو سب پر مقدم کرلیتا ہے۔

ہزاروں بھیڑیں بکریاں موجود ہیں اگرچہ کا یہی نشان ہے اور مارنے والے عزیز ہوتے ہیں تو کیا یہ چیزیں خدا کو انسان سے عزیز تر ہوتی ہیں مگر ایسا نہیں لاکھوں چیزیں انسان کے لیے وہ ہلاک کرتا ہے۔ پانی میں کیڑے رکھے ہوئے ہوتے ہیں یہ بھی خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کیونکہ بسیط چیزیں ہلاک کردیتی ہیں۔ غرض یہ اصل صحیح نہیں ہے۔ جو سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ جس چیز سے پیار کرتا ہے اسکو ہلاک کرتا ہے۔ سچا خدا جس سے پیار کرتا ہے اسکی تائید کرتا ہے کیونکہ وہ خدا فرماتا ہے کتب اللہ **لاغلبن انا ورسلی**۔ عیسائی اپنے خدا کی نسبت ایسا نمونہ پیش نہیں کرتے اور حقیقت میں نہیں ہے کیونکہ مسیح کا اپنا نمونہ یہ ہے کہ دشمنوں کے ہاتھوں سے سخت ذلیل ہوئے اور اس وقت وہ اگر خدا تھے یا خدا کے بیٹے تھے تو دشمنوں کو خطرناک ذلت پہنچنی چاہیے تھی مگر بظاہر دشمن کامیاب ہوگئے اور انھوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا ہی دیا۔ لیکن ہمارا خدا ایسا نہیں ہے اس نے اپنے رسولوں کی ہر میدان میں نصرت کی اور کامیاب کیا۔ اب دوسرے مذہب اسکا نمونہ کہاں سے لائیں۔ یہ یاد رکھو کہ ہمارا خدا کسیکو پھانسی دینا نہیں چاہتا جس قدر کام کرینگے انہیں عزت پائینگے اس نے ہمارے قویٰ کو بیکار نہیں رکھا۔ بقول سعدی ؎

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است
رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت

خدا نے چاہا ہے کہ تم زنانہ سیرت نہ بنو بلکہ مرد بنو اب کیسی بات ہے کیسے احسان کیے ہیں کہ سیر حقائق و معارف کے خزانے کھولے ہیں کسی کے سامنے بھیک اس سے شرمندہ نہیں کیا

عیسائی کیسے شرمندہ ہوتے ہیں آریوں کو کیسے شرمندہ ہونا پڑتا ہے کیا کوئی عیسائی فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے خداوند کی تین داد یاں نانیاں بدکار تھیں۔ الغرض انسان یا حسن کا گرویدہ ہوتا ہے یا احسان کا۔ اور کامل طور پر اسلام نے اللہ تعالیٰ کی نسبت بیان کئے ہیں سورہ فاتحہ میں پہلے حسن و احسان ہی کو دکھایا ہے اور اگر ان سے عرفان ہی کی طرف رجوع نہیں کرتا تو پھر تیسری صورت غضب کی بھی ہے اسلئے غیر المغضوب علیہم و لا الضالین کہکر ڈرایا ہے لیکن مبارک وہی شخص ہے جو اس کے حسن اور احسان سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ اور اُسکے احکام کی پیروی کرتا ہے اس سے خدا قریب ہوجاتا ہے اور دعاؤں کو سنتا ہے۔

یاد رکھو کہ عقل روح کی صفائی سے پیدا ہوتی ہے جس قدر انسان روح کی صفائی کرتا ہے اسی قدر عقل میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور فرشتہ سامنے کھڑا ہو کر اسکی مدد کرتا ہے مگر فاسقانہ زندگی والے کے دماغ میں روشنی نہیں آسکتی۔ تقویٰ اختیار کرو کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہو۔ صادقوں کے ساتھ رہو کہ تقویٰ کی حقیقت تم پر کھلے اور تمہیں توفیق ملے۔ یہی ہمارا منشا ہے اور اسی کو ہم دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔

ملفوظات میں سے کچھ

آیاتِ مبین میرے نزدیک آیاتِ مبین وہ ہوتی ہیں مخالف جسکے مقابلے سے عاجز ہوجاوے خواہ وہ کچھ ہی ہو جس کا مخالف مقابلہ نہ کر سکے وہ اعجاز ٹھہر جائے گا جبکہ اسکی تحدی کی گئی ہو۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اقتراح کے نشانوں کو اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ نبی کبھی جرات کر کے یہ نہیں کہے گا کہ تم جو نشان مجھ سے مانگو میں وہی دکھا سکتا ہوں اس کے مُنہ سے جب نکلے گا یہی نکلے گا انما الآیات عند اللہ اور یہی اسکی صداقت کا نشان ہوتا ہے۔ کم نصیب مخالف اس قسم کی آیتوں سے یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ معجزات سے انکار کیا گیا ہے مگر وہ آنکھوں کے اندھے ہیں انکو معجزات کی حقیقت ہی معلوم نہیں ہوتی اس لیے وہ ایسے اعتراض کرتے ہیں اور نہ ذات باری کی عزت اور جبروت کا ادب اُن کے دل پر ہوتا ہے۔ ہمارا خدا تعالیٰ پر کیا حق ہے کہ ہم جو کہیں وہ وہی کردے۔ یہ سوء ادب ہے اور ایسا خدا خدا ہی نہیں ہوسکتا۔ ہاں یہ اُسکا فضل ہے کہ اُس نے ہمکو امید اور حوصلہ دلایا کہ ادعونی استجب لکم یہ نہیں کہا کہ تم جو مانگو گے وہی دیا جاوے گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جب بعض اقتراحی نشانات مانگے گئے تو آپ نے یہی خدا کی تعلیم سے جواب دیا ...... قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ خدا کے رسول کبھی اپنی بشریت کی حد سے نہیں بڑھتے اور وہ آداب الٰہی کو مدنظر رکھتے ہیں۔ یہ باتیں منحصر ہیں معرفت پر جسقدر معرفت بڑھی ہوئی ہوتی ہے اُسی قدر خدا تعالیٰ کا خوف اور خشیت دل پر مستولی ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر معرفت انبیاء علیہم السلام ہی کی ہوتی ہے اسلیے انکی ہر بات اور ہر ادا میں بشریت کا رنگ جدا نظر آتا ہے اور تائیدات الٰہیہ الگ نظر آتی ہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ نشان دکھاتا ہے جب چاہتا ہے وہ دنیا کو قیامت بنانا نہیں چاہتا۔ اگر وہ ایسا کھلا ہوا ہو کہ جیسے سورج تو پھر ایمان کیا رہا اور اس کا ثواب کیا؟ ایسی صورت میں کون بدبخت ہوگا جو انکار کرے گا۔ نشان بیّن ہوتے ہیں مگر انکو باریک بین دیکھ سکتے ہیں اور کوئی نہیں اور یہ دقیق نظر اور معرفت سعادت کی وجہ سے عطا ہوتی ہے اور تقویٰ سے ملتی ہے۔ شقی اور فاسق اسکو نہیں دیکھ سکتا۔ ایمان اُسوقت تک ایمان ہے جبتک اُسمیں کوئی پہلو اخفا کا بھی ہو۔ لیکن جب بالکل پردہ برانداز ہو تو وہ ایمان نہیں رہتا۔ اگر مٹھی بند ہو اور کوئی بتا دے کہ اس میں یہ ہے تو اسکی فراست قابل تعریف ہو سکتی ہے لیکن جب مٹھی کھولکر دکھا دی اور پھر کسی نے کہا کہ میں بتا دیتا ہوں تو کیا ہوا۔ یا پہلی رات کا چاند اگر کوئی دیکھکر بتلائے تو البتہ اُسے تیز نظر کہیں گے لیکن جب چودھویں کا چاند ہوگیا اُسوقت کوئی کہے کہ میں نے چاند دیکھ لیا وہ چڑھا ہوا ہے تو لوگ اسکو پاگل کہیں گے۔ غرض معجزات وہی ہوتے ہیں جنکی نظیر لانے پر دوسرے عاجز ہوں۔ انسان کا یہ کام نہیں کہ وہ انکی حدبند کرے کہ ایسا ہونا چاہیئے یا ویسا ہونا چاہیئے۔ اسمیں ضرور ہے کہ بعض پہلو اخفا کے ہوں کیونکہ نشانات کے ظاہر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ایمان بڑھے اور اسمیں ایک عرفانی رنگ پیدا ہو۔ جس میں ذوق ملا ہوا ہو لیکن جب اتنی کھلی باتیں ہوں گی تو اس میں ایمانی رنگ ہی نہیں آسکتا چہ جائیکہ عرفانی اور ذوقی رنگ ہو۔ پس اقتراحی نشانات سے اسلیے منع کیا جاتا ہے اور روکا جاتا ہے کہ اسمیں پہلی رگ سوء ادبی کی پیدا ہوجاتی ہے جو ایمان کی جڑ کاٹ ڈالتی ہے۔

ایک پرانا الہام ابتدا جنوری ۱۹۰۲ء کو ایک عرب صاحب آئے ہوئے تھے۔ بعض لوگ اُن کے متعلق مختلف رائیں رکھتے تھے حضرت اقدس امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ۹ جنوری کی شب کو اس کے متعلق الہام ہوا

قد جرت عادة الله انه لا ينفع الاموات الا الدعاء

اس وقت رات کے تین بجے ہوں گے حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ اسوقت میں نے دعا کی تو یہ الہام ہوا فکلمه من كل باب ولن ينفعه الا هذا الدواء (اى الدعاء)

اور پھر ایک اور الہام اسی عرب کے متعلق ہوا کہ فتبع القرآن ان القرآن كتاب الله - كتاب الصادق۔

چنانچہ ۹ جنوری ۱۹۰۳ء کی صبح کو جب آپ سیر کو نکلے تو حضرت اقدس نے عربی زبان میں ایک تقریر فرمائی جس میں سلسلہ محمدیہ اور موسویہ کی مشابہت کو بتایا اور پھر سورہ نور کی آیت استخلاف اور سورہ تحریم سے اپنے دعاوی پر دلائل پیش کیے اور [illegible] قرآن شریف اور احادیث کے مراتب بتا کر جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عرب صاحب جو پہلے بڑے جوش سے بولتے تھے بالکل صاف ہوگئے اور اُنھوں نے صدق دل سے بیعت کی اور ایک اشتہار بھی شائع کیا اور بڑے جوش کے ساتھ اپنے ملک کی طرف بغرض تبلیغ چلے گئے۔ چونکہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام تھا ہم نے اسکی عزت و عظمت

کے لحاظ سے ضروری سمجھا گیا کہ گو پرانا الہام ہے لیکن چونکہ آج تک یہ سلسلہ اشاعت میں نہیں آیا اسکو شائع کر دیا جاوے۔

نشانات کس سے صادر ہوتے ہیں؟

اس سوال کا جواب حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام نے ایک بار اپنی ایک مختصر سی تقریر میں دیا جس میں فرمایا۔ نشانات کس سے صادر ہوتے ہیں جس کے اعمال بجائے خود خوارق کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں مثلاً ایک شخص خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرتا ہے وہ ایسی وفاداری کرے کہ اسکی وفا خارق عادت ہو جاوے اسکی محبت اسکی عبادت خارق عادت ہو ہر شخص ایثار کر سکتا ہے اور کرتا بھی ہے لیکن اسکا ایثار خارق عادت ہو غرض اسکے اخلاق عبادات اور سب تعلقات جو خدا تعالیٰ کے ساتھ رکھتا ہے اپنے اندر ایک خارق عادت نمونہ پیدا کریں تو چونکہ خارق عادت کا جواب خارق عادت ہوتا ہے اسلیے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر نشانات ظاہر کرتا ہے پس جو چاہتا ہے کہ اس سے نشانات کا صدور ہو تو اسکو چاہیے کہ اپنے اعمال کو اس حد تک پہنچائے کہ وہ خارق عادت نتائج پیدا کرنے لگیں جیسے پہلے ہوتے رہے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام میں یہی ایک نرالی بات ہوتی ہے کہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا شدید ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کا ہرگز نہیں ہوتا انکی عبودیت ایسا رشتہ دکھاتی ہے کہ کسی اور کی عبودیت نہیں دکھا سکتی۔ پس اس کے مقابلہ میں ربوبیت اپنی تجلی اور اظہار بھی اسی حیثیت اور رنگ کا کرتی ہے عبودیت کی مثال عورت کی سی ہوتی ہے کہ جیسے وہ حیا و شرم کے ساتھ رہتی ہے اور جب مرد بیاہنے جاتا ہے تو وہ علانیہ جاتا ہے اسی طرح عبودیت پردہ خفا میں ہوتی ہے لیکن الوہیت جب اپنی تجلی کرتی ہے تو پھر وہ ایک بین امر ہو جاتا ہے اور ان تعلقات کا جو ایک سے مومن اور عبد اور انکے رب

میں ہوتے ہیں خارق عادت نشانات کے ذریعہ ظہور ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا یہی راز ہے اور چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تعلقات اللہ تعالیٰ کے ساتھ کل انبیاء علیہم السلام سے بڑھے ہوئے تھے اس لیے آپ کے معجزات بھی سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔

امام الزمان کی ڈائری

دربار شام
۲۲ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء

منت کا کھانا فاتحہ

ایک بزرگ نے عرض کی کہ عورتیں اپنی ملازمت سے پہلے منت مانی تھی کہ جب میں ملازم ہو جاؤنگا تو آدھ آنہ فی روپیہ کے حساب سے نکالکر اسکا کھانا پکوا کر حضرت پیراں پیر کا ختم دلاؤنگا اس کے متعلق حضور کیا فرماتے ہیں

فرمایا کہ خیرات تو ہر طرح اور ہر رنگ میں جائز ہے اور جسے چاہے انسان دے مگر اس فاتحہ خوانی سے ہمیں نہیں معلوم کیا فائدہ اور یہ کیوں کیا جاتا ہے۔ میرے خیال میں یہ جو ہمارے ملک میں رسم جاری ہے کہ اسپر کچھ قرآن شریف وغیرہ پڑھا کرتے ہیں یہ طریق تو شرک ہے اور اس کا ثبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل سے نہیں۔ غربا و مساکین کو بیشک کھانا کھلاؤ

نصیحۃ بعد از بیعت

چند احباب نے بیعت کی تھی اسپر انکو چند کلمات بطور نصیحت فرمائے۔

پانچوں نمازیں عمدہ طرح سے پڑھا کرو۔ روزہ صدق سے رکھو۔ اور اگر صاحب توفیق ہو تو زکوٰۃ۔ حج وغیرہ اعمال میں بھی کمربستہ رہو۔ اور ہر قسم کے گناہ سے اور شرک اور بدعت سے بیزار رہو۔ اصل میں گناہ کی شناخت کے اصول صرف دو ہی ہیں۔

اول حق اللہ کی بجا آوری میں کمی یا کوتاہی
دوم حق العباد کا خیال نہ کرنا۔

اصل اصول عبادت بھی یہی ہیں کہ ان دونو حقوق کی محافظت کما حقہ کی جاوے۔ اگر گناہ بھی انھیں میں کوتاہی کرنے کا نام ہے اپنے عہد پر قائم رہو اور جو الفاظ اسوقت تم نے میرے ہاتھ پر بطور اقرار زبان سے نکالے ہیں ان پر مرتے دم تک قائم رہو۔ انسان بعض اوقات دھوکا کھاتا ہے وہ جانتا ہے کہ میں نے اپنے پیچھے توبہ کا درخت بو لیا ہے اب اسکے پھل کی امید رکھتا ہے۔ یا ایمان جو حاصل کرتا ہے اس کے اب نتائج مترتب ہونے کا منتظر ہوتا ہے۔ مگر اصل میں وہ خدا کے نزدیک نہ تائب اور نہ سچا مومن ہے۔ کبھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی اور منظوری کی حد تک نہیں پہونچتی ہے وہ چیز اسکی نظر میں رد اور حقیر ہوتی ہے اسکی کوئی قدر و قیمت خدا کے نزدیک نہیں ہوتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان جب کسی چیز کے خریدنے کا ارادہ کرتا ہے جبتک کوئی چیز اسکی پسندیدگی میں نہ آوے تب تک اس کی نظر میں ایک ردی محض اور وقعت ہوتی ہے تو جب انسان کا یہ حال ہے تو خدا تو قدوس اور پاک اور بے لوث ہستی ہے وہ ایسی ردی چیز کو اپنی جناب میں کب منظور کرنے لگا۔

دیکھو یہ دن ابتلا کے دن ہیں۔ وبائیں ہیں قحط ہے۔ غرض اسوقت خدا کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے ایسے وقت میں اپنے آپ کو دھوکا مت دو اور صاف دل سے اپنی کوئی پناہ بنالو۔

یہ بیعت اور توبہ اسوقت فائدہ دیتی ہے جب انسان صدق دل اور اخلاص نیت سے اس پر قائم اور کاربند بھی ہو جاوے۔ خدا خشک لفاظی سے جو حلق کے نیچے نہیں جاتی ہرگز ہرگز خوش نہیں ہوتا۔ ایسے بنو کہ تمہارا صدق اور وفا اور سوز و گداز آسمان پر پہونچ جاوے۔ خدا تعالیٰ ایسے شخص کی حفاظت کرتا اور اسکو برکت دیتا ہے۔ جسکو دیکھتا ہے کہ اسکا سینہ صدق اور محبت سے بھرا ہوا ہے۔ وہ دلوں پر نظر ڈالتا اور جھانکتا ہے۔ نہ کہ ظاہری قیل و قال پر جس کا دل ہر قسم کے گند اور ناپاکی سے مطہر اور مبرا پاتا ہے اس میں آ اترتا ہے۔

اور اپنا گھر بناتا ہے۔ مگر جس دل میں کوئی کسی قسم کا بھی رخنہ پاتا پاکی ہے اسکو لعنتی بناتا ہے۔

دیکھو جسطرح تمہارے عام جسمانی حوائج کے پورا کرنے کے واسطے ایک مناسب اور کافی مقدار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح تمہاری روحانی حوائج کا حال ہے۔ کیا تم ایک قطرہ پانی زبان پر رکھکر پیاس بجھا سکتے ہو۔ کیا تم ایک ریزہ کھانے کا منہ میں ڈالکر بھوک سے نجات حاصل کر سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ پس اسیطرح تمہاری روحانی حالت معمولی سی۔۔۔ توجہ یا کبھی کسی ٹوٹی پھوٹی نماز یا روزہ سے سنور نہیں سکتی۔ روحانی حالت کے سنوارنے اور اُس باغ کے پھل کھانے کے لئے تم کو چاہیے کہ اُس باغ کو بھی وقت پر خدا کی جناب میں نمازیں ادا کرکے اپنی آنکھوں کا پانی پہونچاؤ۔ اور اعمال صالحہ کے پانی کی نہر سے اس باغ کو سیراب کرو۔ تا وہ ہرا بھرا ہو اور پھلے پھولے اور اس قابل ہو سکے کہ تم اس سے پھل کھاؤ۔ یاد رکھو ایمان بغیر اعمال صالحہ کے ادھورا ایمان ہے۔ کیا وجہ ہے کہ اگر ایمان کامل ہو تو اعمال صالحہ سرزد نہ ہوں۔ اپنے ایمان اور اعتقاد کو کامل کرو ورنہ کسی کام کا نہ ہوگا۔ لوگ اپنے ایمان کو پورا ایمان تو بناتے نہیں پھر شکایت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں انعامات نہیں ملتے جن کا وعدہ تھا۔ بیشک خدا نے وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ من یتق اللّٰه یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب یعنی جو خدا کا متقی اور اسکی نظر میں متقی بنتا ہے اسکو خداتعالیٰ ہر ایک قسم کی تنگی سے نکالتا اور ایسی طرز سے رزق دیتا ہے کہ اُسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ کہاں سے اور کیونکر آتا ہے۔ خدا کا یہ وعدہ برحق ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ خدا اپنے وعدوں کا پورا کرنے والا اور بڑا رحیم کریم ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا بنتا ہے وہ اُسے ہر ذلت سے نجات دیتا ہے۔ اور خود اُس کا حافظ و ناصر بنجاتا ہے۔ مگر وہ جو ایک طرف دعویٰ اتقا کرتے ہیں اور دوسری طرف شاکی ہوتے ہیں کہ ہمیں وہ برکات نہیں ملے۔ ان دونوں میں سے ہم کسکو سچا کہیں اور کسکو جھوٹا۔ خدا تعالیٰ پر ہم کبھی الزام نہیں لگا سکتے ان اللّٰه لا یخلف المیعاد۔ خداتعالیٰ اپنے وعدوں کا خلاف نہیں کرتا۔ ہم اُس مدعی کو جھوٹا کہیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ اُن کا تقویٰ یا اُن کی اصلاح اس حد تک نہیں ہوتی کہ خدا کی نظر میں قابل وقعت ہو یا وہ خدا کے متقی نہیں ہوتے۔ لوگوں کے متقی اور ریاکار انسان ہوتے ہیں۔ سو اُنپر بجائے رحمت اور برکت کے لعنت کی مار ہوتی ہے جس سے سرگردان اور مشکلات دنیا میں مبتلا رہتے ہیں۔ خداتعالیٰ متقی کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ وہ اپنے وعدوں کا پکا اور سچا اور پورا ہے۔

رزق بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ یہ بھی تو ایک رزق ہے کہ بعض لوگ صبح سے شام تک ٹوکری ڈھوتے ہیں اور بُرے حال سے شام کو دو تین آنے اُن کے ہاتھ میں آتے ہیں۔ یہ بھی تو رزق ہے مگر لعنتی رزق ہے نہ رزق من حیث لا یحتسب۔

حضرت داؤد زبور میں فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا جوان ہوا جوانی سے اب بڑھاپا آیا مگر میں نے کبھی کسی متقی اور خدا ترس کو بھیکھ مانگتے نہ دیکھا اور نہ اسکی اولاد کو دربدر دھکے کھاتے اور ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ یہ بالکل سچ اور راست ہے کہ خدا اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا اور اُن کو دوسروں کے آگے ہاتھ پسارنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ بھلا اتنے جو انبیاء ہوئے ہیں اور اولیاء گذرے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ بھیکھ مانگا کرتے تھے۔ یا اُنکی اولاد پر یہ مصیبت پڑی ہو کہ وہ دربدر خاک بسر ٹکڑے کے واسطے پھرتے ہوں۔ ہرگز نہیں۔ میرا تو اعتقاد ہے کہ اگر ایک آدمی با خدا اور سچا متقی ہو تو اُسکی سات پشت تک بھی خدا رحمت اور برکت کا ہاتھ رکھتا اور انکی خود حفاظت فرماتا ہے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایک ذکر کیا ہے کہ ایک دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ وہ گرنے والی تھی۔ اُسکے نیچے خزانہ تھا۔ لڑکے ابھی نابالغ تھے۔ اُس دیوار کے گرنے سے اندیشہ تھا کہ خزانہ ننگا ہوکر لوگوں کے ہاتھ آجائیگا۔ وہ لڑکے بیچارے خالی ہاتھ رہجاوینگے تو اللہ تعالیٰ نے دو نبیوں کو اس خدمت کے واسطے مقرر فرمایا۔ وہ گئے اور اس دیوار کو درست کر دیا کہ جب وہ بڑے ہوں۔۔۔ تو پھر کسیطرح ان کے ہاتھ وہ خزانہ آجاوے۔ پس اسجگہ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ وکان ابوھما صالحا یعنی ان لڑکوں کا باپ نیک مرد تھا جس کے واسطے ہم نے اُنکے خزانہ کی حفاظت کی۔ اللہ تعالیٰ کے ایسا فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکے کچھ اچھے نہ تھے اور نہ اچھے ہونے والے تھے۔ ورنہ یہ فرماتا کہ یہ لڑکے اچھے ہیں صالح ہیں اور صالح ہونے والے ہیں۔ نہیں بلکہ اُن کے باپ کا ہی حوالہ دیا۔ کہ اُن کے باپ کے نیکی کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے۔ دیکھو یہی تو شفاعت ہے۔

وہ لوگ جو بڑے بڑے ادعا کرتے ہیں کہ ہم یوں نیکی کرتے ہیں اور متقی ہیں مگر اُن کے یہ دعوے قرآن شریف کے مطابق نہیں ہوتے اور نہ اُس کسوٹی پر صادق ثابت ہوتے ہیں کیونکہ وہ فرماتا ہے وھو یتولی الصالحین۔ ان اولیاءہ الا المتقون۔ تو افسوس اور حیرت سے ہمیں اُن لوگوں کی ہی حالت پر رحم آتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ اصل سبب اسکا یہ ہے کہ اُنکا صدق و وفا اور اخلاص خدا کے نزدیک اُس درجہ کا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ دوسروں کے شرک سے قابل نفرت ہوگیا ہوا ہوتا ہے۔ ایمان کم ہوتا ہے اور لاف زیادہ ہوتی ہیں۔ خداتعالیٰ بار بار فرماتا ہے لن تجد لسنة اللّٰه تبدیلا۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم خدا کو وعدہ خلاف یا جھوٹا کہیں۔ اور اُسکی نسبت الزام کا خیال بھی کریں۔ اصل میں ایسے لوگوں کا ایمان ناکارہ ایمان ہوتا ہے جو لعنت کے مورد ہوتے ہیں نہ رحمت کے وہ اصل میں خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ ظاہر کچھ ہوتا ہے۔ اور باطن کچھ۔ بھلا خلق نے تو دھوکا کھا ہی لیا۔ مگر وہ جسکی نظر اندرون در اندرون پہونچتی ہے وہ کسی کے دھوکہ میں آ سکتا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ ساری کمندوں کو جلا دے اور صرف محبت الٰہی ہی کی کمند کو باقی رہنے دے۔ خدا نے بہت سے نمونے پیش کیے ہیں آدم سے لیکر نوح و ابراہیم

موسیٰ عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تک کل انبیا اسی نمونہ کی خاطر ہی تو اُس نے بھیجے ہیں۔ تا لوگ اُن کے نقش قدم پر چلیں۔ جسطرح وہ خدا تک پہونچے اُسی طرح اور بھی کوشش کریں۔ سچ ہے کہ جو خدا کا ہو جاتا ہے خدا اُس کا ہو جاتا ہے۔

یاد رکھو کہ ایسا نہ ہو کہ تم اپنے اعمال سے ساری جماعت کو بدنام کرو۔ شیخ سعدی صاحب فرماتے ہیں۔

بدنام کنندۂ نکو نامے چند

بلکہ ایسے بنو کہ تا تم پر خدا کی برکات اور اُسکی رحمت کے آثار نازل ہوں۔ وہ عمروں کو بڑھا بھی سکتا ہے۔ مگر ایک وہ شخص جس کا عمر پانے سے مقصد صرف دنیا ہی کے لذائذ اور حظوظ ہیں اُسکی عمر کیا فائدہ بخش ہو سکتی ہے اُس میں تو خدا کا حصہ کچھ بھی نہیں وہ اپنی عمر کا مقصد صرف عمدہ کھانے کھانے اور نیند بھر کے سونے اور بیوی بچوں اور عمدہ مکان کے یا گھوڑے وغیرہ رکھنے یا عمدہ باغات یا فصل پر ہی ختم کرتا ہے۔ وہ تو صرف اپنے پیٹ کا بندہ اور شکم کا عابد ہے۔ اُس نے تو اپنا مقصود مطلوب اور معبود صرف خواہشات نفسانی اور لذائذ حیوانی کو بنایا ہوا ہے۔ مگر خدا نے انسان کے سلسلہ پیدائش کی علت غائی صرف اپنی عبادت رکھی ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ پس حصر کر دیا ہے کہ صرف صرف عبادت الٰہی مقصد ہونا چاہیے اور صرف اسی غرض کے لیے یہ سارا کارخانہ بنایا گیا ہے۔ برخلاف اس کے اور ہی اور ارادے اور اور ہی اور خواہشات ہیں۔

بھلا سوچو تو سہی کہ ایک شخص ایک شخص کو بھیجتا ہے کہ میرے باغ کی حفاظت کر اُسکی آب پاشی اور شاخ تراشی سے اُسے عمدہ طور کا بنا اور عمدہ عمدہ پھول بیل بوٹے لگا کہ وہ ہرا بھرا ہو جاوے۔ شاداب اور سرسبز ہو جاوے۔ مگر بجائے اسکے وہ شخص آتے ہی جتنے عمدہ عمدہ پھل پھول اُس میں لگے ہوئے تھے اُنکو کاٹ کر ضائع کرے یا اپنے ذاتی مفاد کے لیے فروخت کرے اور ناجائز دست اندازی سے باغ کو ویران کرے تو بتاؤ کہ وہ مالک جب آوے گا تو اُس سے کیا سلوک کریگا

خدا نے تو اسے بھیجا تھا کہ عبادت کرے اور حق اللہ اور حق العباد کو بجا لاوے مگر یہ آتے ہی بیویوں میں مشغول بچوں میں محو اور اپنے لذائذ کا بندہ بنگیا اور اُس اصل مقصد کو بالکل بھول ہی گیا بتاؤ اُس کا خدا کے سامنے کیا جواب ہوگا

دنیا کے یہ سامان اور یہ بیوی بچے اور کھانے پینے تو اللہ تعالیٰ نے صرف بطور بہار کے بنائے تھے جسطرح ایک یکہ بان چند کوس تک ٹٹو سے کام لیکر جب دیکھتا ہے کہ وہ تھک گیا ہے تو اُسے کچھ نہاری اور پانی وغیرہ دیتا ہے اور کچھ مالش کرتا ہے تا اُس کے تکان کا کچھ علاج ہو جاوے اور آگے چلنے کے قابل ہو اور درماندہ ہو کر کہیں ادھر ہی رہ نہ جاوے اس سہارے کے لیے اُسے نہاری دیتا ہے تو یہ دنیوی آرام اور عیش اور بیوی بچے اور کھانے کی خوراکیں بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بجائے نہاری کے مقرر کیے ہیں کہ تا وہ تھک کر اور درماندہ ہو کر بھوک سے پیاس سے مر نہ جاوے۔ اور اُسکے قویٰ کے تحلیل ہونیکی تلافی ما فات ہوتی جاوے۔ پس یہ چیزیں اُس حد تک جائز ہیں کہ ان سے اُس کو اُسکی عبادت اور حق اللہ اور حق العباد کے پورا کرنے میں مدد ملے۔ ورنہ اس حد سے آگے نکلکر وہ حیوانوں کی طرح صرف پیٹ کا بندہ اور شکم کا عابد بنا کر مشرک بناتی ہیں۔ اور وہ اسلام کے خلاف ہیں سچ کہا ہے کسی نے

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

مگر اب کروڑوں مسلمان ہیں جنہوں نے عمدہ عمدہ کھانے کھانا عمدہ عمدہ مکانات بنانا اعلیٰ درجہ کے عہدوں پر پہنچنا ہی اسلام سمجھ رکھا ہے۔

مومن شخص کا کام ہے کہ پہلے اپنی زندگی کا مقصد اصلی معلوم کرے اور پھر اُسکے مطابق کام کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم۔ خدا کو تمہاری پروا ہی کیا ہے اگر تم اُسکی عبادت نہ کرو اور اُس سے دعائیں نہ مانگو یہ آیت بھی اصل میں اُس پہلی آیت کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ہی کی شرح ہے۔ جب خدا کا ارادہ انسانی خلقت سے صرف عبادت ہے تو مومن کی شان نہیں کہ کسی دوسری چیز کو عین مقصود بنالے۔ حقوق نفس تو جائز ہیں مگر نفس کی بے اعتدالیاں جائز نہیں۔ حقوق نفس بھی اس لیے جائز ہیں کہ تا وہ درماندہ ہو کر رہ ہی نہ جاوے تم بھی ان چیزوں کو اسی واسطے کام میں لاؤ ان سے کام اسواسطے لو کہ یہ تمہیں عبادت کے لائق بنائے رکھیں نہ اسلیے کہ وہی تمہارا مقصود اصلی ہوں۔

قرآن شریف تو موت وارد کرنا چاہتا ہے۔ کھانا پینا صرف جسم کے سہارے کے واسطے ہوں۔ انسانی بدن ہر وقت چونکہ معرض تحلیل میں ہے اسلیے اللہ تعالیٰ نے جائز رکھا کہ اس کے قویٰ کی بحالی رکھنے اور قیام کے لیے یہ چیزیں استعمال کیجاویں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کے شارح ہیں۔ آپ ایک موقعہ پر بڑے گھبرائے ہوئے تھے حضرت عائشہ کو کہا کہ اے عائشہ ہمیں آرام پہونچاؤ۔ اور اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے آدم کے ساتھ حوا کو بھی بنا دیا تا وہ اُس کے واسطے ضرورت کیوقت سہارے کا موجب ہو۔

غرض یہ باتیں ہیں جن پر عمل کرنا اور اُنکو خوب یاد رکھنا ضروری ہے اور ان سب پر پوری طرح سے قائم ہونا چاہیے۔ دیکھو ایک طبیب جب نسخہ لکھکر دیتا ہے تو اس کی پوری طرح تعمیل کرنی چاہیے ورنہ فائدہ کے نا مفقود ہونے چاہییں۔ ایک شخص اگر بجائے اُس نسخہ کے تجویز کردہ امور کے اُس کاغذ ہی کو دھو دھو کر پیے تو اُسے فائدہ کی اُمید ہوگی ہرگز نہیں۔ پس اسی طرح تم بھی ہماری ہر ایک بات پر قائم رہو خالی اور خشک محبت کام نہیں آتی۔ بلکہ تعلیم پر پوری طرح سے عمل کرنا ہی کارآمد ہوگا خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کا سچا ہے۔ وہ بڑا رحیم کریم اور ماں سے باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے مگر وہ دغاباز کو بھی خوب جانتا ہے

تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ ایک شخص چاہتا تھا کہ وہ لوگوں کی نظر میں بڑا قابل اعتماد بنے اور لوگ اُسے نمازی اور روزہ دار اور بڑا پاکباز کہیں اور اسی نیت سے وہ نماز لوگوں کے سامنے پڑھتا اور نیکی کے کام کرتا تھا۔ مگر وہ جس گلی میں جاتا اور جدھر اُسکا گذر ہوتا تھا لوگ اُسے کہتے تھے کہ دیکھو یہ شخص بڑا ریاکار ہے اور اپنے آپ کو لوگوں میں نیک مشہور کرنا چاہتا ہے

پھر آخر کار اُسکے دل میں ایکدن خیال آیا
کہ میں کیوں اپنی عاقبت کو برباد کرتا ہوں
خدا جانے کس وقت مرجاؤنگا کیوں
میں لعنت کو اپنے لیے تیار کر رہا ہوں۔
اُس نے صاف دل ہو کر پورے صدق
و صفا اور سچے دل سے توبہ کی اور اُس
وقت سے نیت کرلی کہ میں ساری نیک
اعمال لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کیا کرونگا
اور کبھی کسی کے سامنے نہ کرونگا چنانچہ
اُس نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ پاک
تبدیلی اُس کے دل میں بھر گئی نہ صرف زبان
تک ہی محدود رہی۔ پھر اس کے بعد لکھا ہے
کہ اُس نے اپنے آپ کو بظاہر ایسا بنا لیا
کہ تارک صوم و صلوٰۃ ہے اور گندہ اور
خراب آدمی ہے مگر اندرونی طور پر پوشیدہ
اور نیک اعمال بجالاتا تھا۔ پھر وہ جدھر
جاتا اور جدھر اُسکا گذر ہوتا تھا لوگ
اور لڑکے اُسے کہتے تھے کہ دیکھو یہ شخص
بڑا نیک اور پارسا ہے۔ یہ خدا کا پیارا اور
اُسکا برگزیدہ ہے۔

غرض اس سے یہ ہے کہ قبولیت جس
میں آسمان سے نازل ہوتی ہے اولیا اور
نیک لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ اپنے
اعمال کو پوشیدہ رکھا کرتے ہیں۔ وہ اپنے
صدق و وفا کو دوسروں پر ظاہر کرنا معیوب
جانتے ہیں۔ ہاں بعض ضروری امور
کو جنکی اجازت شریعت نے دی ہے یا دوسروں
کی تعلیم کے لیے اظہار بھی کیا کرتے ہیں۔
نیکی جو صرف دکھلانے کی غرض سے کیجاتی
ہے وہ ایک لعنت ہوتی ہے خدا کے
وجود کے ساتھ دوسروں کا وجود بالکل
ہیچ جاننا چاہیے دوسروں کے وجود کو
ایک مردہ کیڑے کی طرح خیال کرنا چاہیے
اُن سے کسی قسم کے نفع یا ضرر کا خوف نہ
کرنا چاہیے کیونکہ وہ کچھ کسی کا بگاڑ نہیں
سکتے اور نہ سنوار سکتے ہیں۔ نیکی کو نیک
لوگ اگر ہزار پردوں کے اندر بھی کریں
تو خدا نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ اُسے
ظاہر کر دیگا اور اسی طرح بدی کا حال
ہے۔

بلکہ لکھا ہے کہ اگر کوئی عابد زاہد خدا
کی عبادت میں مشغول ہو اور اُس صدق
اور جوش کا جو اُسکے دل میں ہے انتہا کے
نقطہ تک اظہار کر رہا ہو۔ اور اتفاقاً
کنڈی لگانی بھول گیا ہو تو کوئی اجنبی
یا ہمسایہ آ کر اُسکا دروازہ کھول دے تو
اُسکی حالت بالکل وہی ہوتی ہے جو ایک
زانی کی عین زنا کے وقت پکڑا جانے
سے۔ کیونکہ اصل غرض تو دونوں کی ایک
ہی ہے یعنی اخفائے راز اگرچہ رنگ
الگ الگ ہیں ایک نیکی کو اور دوسرا
بدی کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ غرض خدا
کے بندوں کی حالت تو اس نقطہ تک
پہونچی ہوئی ہوتی ہے نیک بھی چاہتے
ہیں کہ ہماری نیکی پوشیدہ رہے اور بد
بھی اپنی بدی کو پوشیدہ رکھنے کی دعا
کرتا ہے مگر اس امر میں دونوں نیک و بد
کی دعا مقبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے تو قانون بنا رکھا ہے کہ واللہ
مخرج ما کنتم تکتمون

خدا کی رضا میں فانی لوگ نہیں
جانتے کہ انکو کوئی درجہ اور امامت دی
جاوے وہ ان درجات کی نسبت گوشہ
نشینی اور تنہا عبادت کے مزے لینے
کو زیادہ پسند کرتے ہیں مگر انکو خدا تعالیٰ
کشاں کشاں خلق کی بہتری کے لیے
ظاہر کرتا اور مبعوث فرماتا ہے۔ ہمارے
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی تو غار
میں ہی رہا کرتے تھے اور نہیں چاہتے
تھے کہ انکا کسیکو پتہ بھی ہو آخر خدا نے
انکو باہر نکالا اور دنیا کی ہدایت کا بار انکو
سپرد کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے پاس ہزاروں شاعر آتے اور آپ
کی تعریف میں شعر کہتے تھے۔ مگر لعنتی ہے
وہ دل جو خیال کرتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم اُنکی تعریفوں سے پھولتے
تھے۔ وہ اُن کو مردہ کیڑے کی طرح خیال
کرتے تھے۔ مدح وہی ہوتی ہے جو خدا
آسمان سے کرے

یہ لوگ محبت ذاتی میں غرق ہوتے ہیں
ان کو دنیا کی مدح و ثنا کی پروا نہیں ہوتی
تو یہ مقام ایسا ہوتا ہے کہ خدا آسمان
اور عرش سے ان کی تعریف اور مدح کرتا
ہے۔

سنو ہماری یہ باتیں اس واسطے نہیں
کہ ہم کسی کے ایمان کو کچھ بڑھا سکتے ہیں
یا کسی کے دل میں کچھ ڈال سکتے ہیں۔
نہیں ہم کسی کے ایمان کو ایک جو بھر بھی
زیادہ نہیں کر سکتے ہم صرف اس واسطے
کہتے ہیں کہ تا نتیجہ جمع ہو شاید کہ کسی
کے دل کو کوئی بات پکڑ لے اور اُسکی اصلاح
ہو جاوے توفیق تو سب اللہ ہی کو ہے۔
خدا تعالیٰ قادر ہے کہ کسی کے دل میں ایمان
کی حقیقی جڑ لگا دے اور پھر اُسکے
ثمرات کھلا دے یا کسی کو اسکی بدی کی وجہ
قہر کی آگ سے ہلاک کرے۔ پس دعا ہی
کرنی چاہیے تا اسکی توفیق شامل حال ہو

دربار شام
۲۴ مارچ

طاعون کا ذکر ہوتے ہوتے فرمایا کہ اصل میں
لوگ اس کے حقیقی علاج کی طرف سے تو
بالکل غافل ہیں اور اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں
مارتے پھرتے ہیں مگر جب تک وہ اسکے
اصل علاج کی طرف رجوع نہ کریں گے تب تک
نجات کہاں کوئی طبیبوں یا ڈاکٹروں کی
طرف بھاگتا ہے اور کوئی ٹیکے کے واسطے
بازو پھیلاتا ہے کوئی نئے تجربے اور نئی
ایجاد کے درپے ہے۔ ہماری شریعت نے
اگرچہ اسباب سے منع تو نہیں کیا بلکہ فیہ شفاء
للناس سے معلوم ہوتا ہے کہ دواؤں میں
خدا تعالیٰ نے خواص شفا مرض بھی رکھے
ہوئے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ
دواؤں میں تاثیرات ہوتی ہے۔ اور امراض
کے معالجات ہوا کرتے ہیں مگر ان اسباب پر
بھروسہ کر لینا اور یہ گمان کرنا کہ انہی کے
ذریعے نجات اور کامیابی ہو جاوے
گی یہ سخت شرک اور کفر ہے۔ بھروسہ
اسباب پر ہرگز نہ چاہیے۔ بلکہ یوں چاہیے کہ
اسبابکو مہیا کرکے پھر بھروسہ خدا پر کرنا
چاہیے کہ اگر وہ چاہے تو ان اسباب کو مفید بناوے
اور اسی سے پھر بھی دعا کرنا چاہیے کیونکہ اسباب
پر نتائج مترتب کرنا تو اُسی کا کام ہے اور یہی
توکل ہے

ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور نماز کے متعلق
ہمیں کیا حکم ہے۔
فرمایا نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ حدیث
شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی کہ یا
رسول اللہ ہمیں نماز معاف فرما دیجاوے کیونکہ
ہم کاروباری آدمی ہیں مویشی وغیرہ کے سبب سے
کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا اور نہ ہمیں فرصت
ہوتی ہے تو آپ نے اُسکے جواب میں فرمایا
کہ دیکھو جب نماز نہیں تو ہے ہی کیا وہ
دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔ نماز کیا ہے۔

یہی کہ اپنے عجز نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا۔ اور اُسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اسکی عظمت اور اُسکے احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی کمال مذلت اور فروتنی سے اُس کے آگے سجدہ میں گرجانا اُس سے اپنی حاجات کا مانگنا یہی نماز ہے۔ ایک سائل کیطرح کبھی اس مسئول کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے تو ایسا ہے۔ اُس کی عظمت اور جلال کا اظہار کرکے اسکی رحمت کو جنبش دلانا اور پھر اُس سے مانگنا۔ پس جس دین میں یہ نہیں وہ دین ہی کیا ہے۔

انسان ہروقت محتاج ہے کہ اُس سے اسکی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اُسکے فضل کا اُسی سے خواستگار ہو کیونکہ اُسی کی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جاسکتا ہے۔ اے خدا ہمکو توفیق دے کہ ہم تیرے ہو جائیں اور تیری رضا پر کاربند ہوکر تجھے راضی کرلیں خدا کی محبت اُسی کا خوف اُسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہی دین ہے۔ پھر جو شخص نماز ہی سے فراغت حاصل کرنی چاہتا ہے اس نے حیوانوں سے بڑھکر کیا کیا وہی کھانا پینا اور حیوانوں کی طرح سو رہنا یہ تو دین ہرگز نہیں یہ سیرت کفار ہے بلکہ جو دم غافل وہ دم کافر والی بات بالکل راست اور صحیح ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ اذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون یعنی اے میرے بندو تم مجھے یاد کیا کرو اور میری یاد میں مصروف رہا کرو میں بھی تمکو نہ بھولوں گا تمھارا خیال رکھونگا اور میرا شکر کیا کرو میرے انعامات کی قدر کیا کرو اور کفر نہ کیا کرو۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذکر الہی کے ترک اور اس سے غفلت کا نام کفر ہے پس جو دم غافل وہ دم کافر والی بات صاف ہے۔

یہ پانچ وقت تو خدا تعالےٰ نے بطور نمونہ کے مقرر فرمائے ہیں۔ ورنہ خدا کی یاد میں تو ہروقت دلکو لگا رہنا چاہیئے۔ اور کبھی کسی وقت بھی غافل نہ ہونا چاہیئے اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہروقت اسی کی یاد میں غرق ہونا بھی ایک ایسی صفت ہے کہ انسان اس سے انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے اور خدا تعالےٰ پر کسیطرح کی اُمید اور بھروسہ کرنے کا حق رکھ سکتا ہے۔ اصل میں قاعدہ ہے کہ اگر انسان نے کسی خاص منزل پر پہونچنا ہے اُس کے واسطے چلنے کی ضرورت ہوتی ہے جتنی لمبی وہ منزل ہوگی اُتنا ہی زیادہ تیزی کوشش اور محنت اور دیر تک اسے چلنا ہوگا۔ سو خدا تک پہونچنا بھی تو ایک منزل ہے اور اسکا بُعد اور دوری بھی لمبی۔ پس جو شخص خدا سے ملنا چاہتا ہے اور اُسکے دربار میں پہونچنے کی خواہش رکھتا ہے اُسکے واسطے نماز ایک گاڑی ہے جسپر سوار ہوکر وہ جلد تر پہونچ سکتا ہے اور جسنے نماز ترک کردی وہ کیا پہونچے گا۔

اصل میں مسلمانوں نے جیسے نماز کو ترک کیا یا اُسے دل کی تسکین آرام اور محبت سے اسکی حقیقت سے غافل ہوکر پڑھنا ترک کیا ہے تب ہی سے اسلام کی حالت بھی معرض زوال میں آگئی ہے۔ وہ زمانہ جس میں نماز سنوار کر پڑھی جاتی تھی غور سے دیکھلو کہ اسلام کے واسطے کیسا تھا ایکدفعہ تو اسلام نے تمام دنیا کو زیر پا کر دیا تھا۔ جب سے اسے ترک کیا وہ خود متروک ہوگئے ہیں۔ درد دل سے پڑھی ہوئی نماز ہی ہے کہ تمام مشکلات سے انسان کو نکال لیتی ہے ہمارا بارہا کا تجربہ ہے کہ اکثر کسی مشکل کے وقت دعا کی جاتی ہے ابھی نماز میں ہی ہوتے ہیں کہ خدا نے اس امر کو حل اور آسان کر دیا ہوا ہوتا ہے۔

نماز میں کیا ہوتا ہے یہی کہ عرض کرتا ہے التجا کے ہاتھ بڑھاتا ہے اور دوسرا اسکی عرض کو اچھی طرح سنتا ہے پھر ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے کہ جو سنتا تھا وہ بولتا ہے اور گذارش کرنے والے کو جواب دیتا ہے۔ نمازی کا یہی حال ہے خدا کے آگے سر بسجود رہتا ہے اور خدا کو اپنے مصائب اور حوائج سناتا ہے پھر آخر سچی اور حقیقی نماز کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک وقت جلد آجاتا ہے کہ خدا تعالےٰ اُسکے جواب کے واسطے بولتا اور اُسکو جواب دیکر تسلی دیتا ہے بھلا یہ بجز حقیقی نماز کے ممکن ہے ہرگز نہیں۔ اور پھر جنکا خدا ہی ایسا نہیں وہ بھی گئے گذرے ہیں اُن کا کیا دین اور کیا ایمان ہے۔ وہ کس اُمید پر اپنی اوقات ضائع کرتے ہیں۔

ہمارے زمانہ میں جو سوال پیش ہوا کہ کیا وجوہات ہیں جنسے اسلام کو زوال آیا اور پھر وہ کیا ذریعے ہیں جنسے اسکی ترقی کی راہ نکل سکتی ہے۔ اس کے مختلف قسم کے لوگوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق جواب دیے ہیں مگر سچا جواب یہی ہے کہ قرآن کو ترک کرنے سے تنزل آیا اور اسی کی تعلیم کے مطابق عمل کرنے سے ہی اسکی حالت سنور جاوے گی۔ موجودہ زمانہ میں جو لوگ اپنے خونی مہدی اور مسیح کی آمد کی اُمید اور شوق ہے کہ وہ آتے ہی انکو سلطنت دیگا اور کفار تباہ ہونگے یہ ان کے خام خیال اور وسوسے ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا نے جسطرح ابتدا میں دعا کے ذریعے شیطان کو آدم کے ذریعہ زیر کیا تھا اسی طرح اب آخری زمانہ میں بھی دعا ہی کے ذریعہ سے غلبہ اور تسلط عطا کرے گا نہ تلوار سے۔ ہر ایک امر کے لیے کچھ آثار ہوتے ہیں اور اُسکے پہلے تمہیدیں ہوتی ہیں ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات بھلا اگر ان کے خیال کے موافق یہ زمانہ اُن کے دن پلٹنے کا ہی تھا اور مسیح نے آکر اُن کو سلطنت دلانی تھی تو چاہیے تھا کہ ظاہری طاقت اُن میں جمع ہونے لگتی۔ ہتھیار اُن کے پاس زیادہ رہتے ہیں۔ فتوحات کا سلسلہ اُن کے واسطے کھولا جاتا ہے مگر یہاں تو بالکل ہی برعکس نظر آتا ہے۔ ہتھیار اُن کے ایجاد نہیں ملک و دولت ہے تو اوروں کے ہاتھ ہے ہمت و مردانگی ہے تو اوروں میں۔ یہ ہتھیاروں کے واسطے بھی دوسروں کے محتاج دن بدن ذلت اور ادبار اُن کے گرد ہے۔ جہاں دیکھو جس میدان میں سوا انہیں کو شکست ہی۔ بھلا کیا یہی آثار ہوا کرتے ہیں اقبال کے ہرگز نہیں۔ یہ بھولے ہوئے ہیں۔ زمینی تلوار اور ہتھیار والے ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ابھی تو ان کی خود اپنی حالت ایسی ہے کہ بیدینی اور لامذہبی کا رنگ ایسا آیا ہے کہ قابل عذاب اور مورد قہر ہیں پھر ایسوں کو کبھی تلوار ملی ہے ہرگز نہیں ان کی ترقی کی وہی ایک ہی راہ ہے کہ اپنے آپ کو قرآن کی تعلیم کے مطابق بنا دیں اور دعا میں لگ جاویں۔ انکو اب اگر مدد آوے گی تو آسمانی تلوار سے اور آسمانی حربہ سے نہ اپنی کوششوں سے اور دعا ہی سے انکی فتح ہے قوت بازو سے نہیں کیونکہ جسطرح ابتدا تھی انتہا بھی اُسی طرح ہو۔ آدم اول کو شیطان پر فتح دعا ہی سے ہوئی تھی ربنا ظلمنا انفسنا۔ الخ۔ اور آدم ثانی کو بھی

دربار شام

۱۳ مارچ

چند نو واردشخصوں نے بیعت کی اور بعد از بیعت فرمایا۔ دیکھو بیعت تو تمہاری ہو چکی تمہیں چاہیے کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو۔ خدا کا قہر سخت ہوتا ہے اگرچہ دنیا کا عذاب بھی سخت اور نا قابل برداشت ہوتا ہے مگر تاہم جسطرح ہوتا ہے اچھے برے دن گذر جاتے ہیں مگر آخرت کا عذاب تو ناپیداکنار ہے۔ اسلیے مناسب ہے کہ اسکے واسطے کافی سامان کیا جاوے ہمیں کہنا پڑتا ہے کیونکہ جو شخص آتا ہے اور بیعت کرتا ہے پھر فرض ہوتا ہے کہ اُسے کرنے اور نہ کرنے کے کاموں سے آگاہ کریں۔ جیسا بیخبر آیا تھا ویسا ہی بیخبر واپس نہ جاوے ایسا ہو نیسے معصیت کا خوف ہے اُسے کیوں نہ بتایا گیا۔

سو تم سوچ لو کہ مقدم امر دین ہی کا ہے دنیا کے دن تو کسی نہ کسی طرح گذر ہی جاتے ہیں۔

شب تنور گذشت و شب سمور گذشت

غربا اور مساکین بھی جنکو کھانے کو ایک وقت ملتا ہے اور دوسرے وقت نہیں ملتا اور آرام کے مکان بھی نہیں ہوتے اُن کی بھی گذر ہی جاتی ہے اور امرا اور بلاؤ زردے کھانے والوں اور عمدہ مکانوں اور بالاخانوں میں رہنے والے بھی اپنے دن پورے کر ہی لیتے ہیں۔ کسی کا دکھ درد سے اور کسی کا عیش میں گذارہ ہوتا ہے۔ مگر عاقبت کا دکھ جھیلنا بہت مشکل ہے۔ اور وہ عذاب اور اُسکے دکھ درد ناقابل برداشت ہوں گے

ہٰذا دانا وہی ہے کہ جو اُس ہمیشہ رہنے والے جہان کی فکر میں لگ جاوے۔ سو تم نمازوں کو سنوارو اور خدا تعالےٰ کے احکام کو اُسکے فرمودہ کے بموجب کرو اسکی نواہی سے بچے رہو اُسکے ذکر اور یاد میں لگے رہو۔ دعا کا سلسلہ ہر وقت جاری رکھو۔ اپنی نماز میں جہاں جہاں رکوع و سجدہ میں دعا کا موقعہ ہے دعا کرو۔ اور غفلت کی نماز کو ترک کر دو۔ رسمی نماز کچھ ثمرات مترتب نہیں لاتی اور نہ وہ قبولیت کے لائق ہے نماز وہی ہے کہ کھڑے ہونے سے سلام پھیرنے کے وقت تک پورے خشوع خضوع اور حضور قلب سے ادا کیجاوے اور عاجزی اور فروتنی اور انکساری اور گریہ زاری سے اللہ تعالےٰ کے حضور میں اسطرح سے ادا کیجاوے کہ گویا اُسکو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہی تمکو دیکھ رہا ہے اسطرح کمال ادب اور محبت اور خوف سے بھری ہوئی نماز ادا کرو۔

دیکھو یہ زمانہ بے وقت موتوں کا زمانہ آگیا ہے بھلا پہلے کبھی تم نے اپنے باپ دادا سے بھی سنا ہے کہ اسطرح اچانک موت کا سلسلہ کبھی جاری ہوا ہو۔ رات کو اچھا بھلا کام کاج کرتا اور چلتا پھرتا آدمی سوتا ہے کہ صبح کو ایسی نیند میں سویا ہوا ہوتا ہے کہ جس سے جاگتا ہی نہیں۔ اب جس گھر میں یہ موت آئی گھر کا گھر اور گاؤں کے گاؤں اس نے خالی کر دیے ابھی انجام کی خبر نہیں۔ کیا کیا دن آنے ہیں۔ ایک نادان اپنی نادانی کی وجہ سے جب طاعون چند دن کے لیے رک جاتی ہے اور خدا تعالےٰ کسی مصلحت سے اُسے بند کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ بس اب گئی اب نہیں آنے کی۔ او میاں ایسا ہمیشہ ہی ہوا کرتا ہے کہ بیماریاں آتی ہیں چار دن رہ کر چلی جاتی ہیں۔ مگر خدا کی باریک تدابیر سے نا واقف ہیں وہ نہیں جانتے کہ وہ مہلت دیتا ہے کہ بھلا ابھی ان میں کچھ صلاحیت اور تقویٰ اور خوف بھی پیدا ہوا ہے یا نہیں۔ اس طاعون کا پچھلا تجربہ بتاتا ہے کہ ایک ایک دورہ ستر ستر سال کا ہوا کرتا ہے اس سے تو جنگل کے جانور وں نے بھی پناہ مانگی ہے۔ جب انسانوں کو ختم کر چکتی ہے تو اُس جنگل کے حیوانوں اور درندوں کو بھی ختم کر دیتی ہے۔

ایسے وقتوں میں خدا تعالےٰ بچا لیتا ہے اُن لوگوں کو جو ان مصائب اور عذابوں کے نازل ہونے سے پہلے اپنے آپ کی اصلاح کرتے اور دوسروں سے عبرۃ پکڑتے ہیں۔ خدا تعالےٰ اُنکی حفاظت خود کرتا ہے عذابوں اور شدائد کے وقتوں میں جو آرام اور عیش کے وقت میں اُس سے ڈرتے اور پناہ مانگتے ہیں مگر جب عذاب کسی پر نازل ہو جاوے تو تب توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔

پس اب موقعہ ہے کہ تم خدا کے سامنے اپنے آپ کو درست کر لو اور اُسکے فرائض کی بجا آوری میں کمی نہ کرو۔ خلق اللہ سے کبھی بھی خیانت۔ ظلم۔ بدخلقی۔ ترشروئی ایذا دہی سے پیش نہ آو۔ کسی کی حق تلفی نہ کرو۔ کیونکہ ان چیزوں کے بدلے میں بھی خدا مواخذہ کرے گا۔ جسطرح خدا کے احکام کی نافرمانی اسکی عظمت۔ توحید۔ اور جلال کے خلاف کرنے اور اس سے شرک کرنا گناہ ہیں اسی طرح اسکی خلق سے ظلم کرنا۔ اور انکی حق تلفیاں نہ کرو۔ زبان یا ہاتھ سے دکھ دینا کسی قسم کی گالی گلوچ دینا بھی گناہ ہیں۔ پس تم دونوں طرح کے گناہوں سے پاک بنو اور نیکی کو بدی سے خلط ملط نہ کرو۔

تمہارا دین اسلام ہے اسلام کے معنی ہیں خدا کے آگے گردن رکھ دینا۔ جسطرح ایک بکرا ذبح کرنے کی خاطر منہ کے بل لٹایا جاتا ہے اسی طرح تم بھی خدا کی احکام کی بجا آوری میں بیچون وچرا گردن رکھ دو۔ جبتک کامل طور سے تم اپنے ارادوں سے فانی اور نفسانی ارادوں سے پاک نہ ہو جاؤ گے تب تک تمہارا اسلام اسلام نہیں ہے۔ بہت ہیں کہ ہماری ان باتوں کو قصہ کہانی جانتے ہوں گے اور ٹھٹھے اور ہنسی سے انکا ذکر کرتے ہونگے مگر یاد رکھو کہ یہ اب آخری دن ہیں۔ خدا تم فیصلہ کرنا چاہتا ہے لوگ بے حیائی۔ حیلہ بازی اور نفس پرستی میں حد سے زیادہ گذرے جاتے ہیں۔ خدا کے عظمت و جلال اور توحید کا ان کے دلوں میں ذرا بھی خیال نہیں گویا ناستک مت ہو گئے ہیں۔ کوئی کام بھی ان کا خدا کے لیے نہیں ہے۔ پس ایسے وقت میں اُس نے اپنے ایک خاص بندہ کو بھیجا ہے تا اُسکے ذریعہ سے دنیا میں ہدایت کا نور پھیلاوے۔ اور گم شدہ ایمان اور توحید کو از سر نو دنیا میں قائم کرے مگر جب دنیا نے اسکی پرواہ نہ کی اور الٹا دکھ دیا اور اسکی تکذیب کے لیے کمربستہ ہو گئے تو خدا نے انکو قہر کی آگ سے ہلاک کرنا شروع کیا۔ کئی طرح کے عذابوں سے اُسنے دنیا کو جگایا ہے۔ کہیں قحط ہوے اور کہیں زلزلے آئے آتش فشانیاں ہوئیں ہزارہا ہزار لوگ تباہ ہوے انھیں میں سے ایک طاعون بھی ہے یہ دورہ ہوگی اور دعا دنگی جب تک یہ دنیا کو سیدھا نہ کرے۔ لوگ تسلی پا جاتے ہیں کہ بس اب گئی اب نہیں آنے کی مگر وہ دھوکا کھاتے ہیں ان نادانوں کا تو کام ہی خدا سے جنگ کرنا ہو گیا ہے۔ مگر وہ کہاں تک۔ وہ دنیا کو بتانا چاہتا ہے کہ میں خود موجود ہوں اور ان کی بیباکیوں اور شرارتوں کو دور کرنا چاہتا ہوں مگر آہستہ آہستہ اُسکے تمام کام بتدریج ہوا کرتے ہیں۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ دنیا طرح طرح کے جھوٹ اور فساد سے بھر گئی اور خدا کا نام دنیا سے اٹھ گیا اسکی توحید اور اسکی کتاب اور اسکے رسول